بسم اللہ کے فضائل و برکات

تالیف

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی
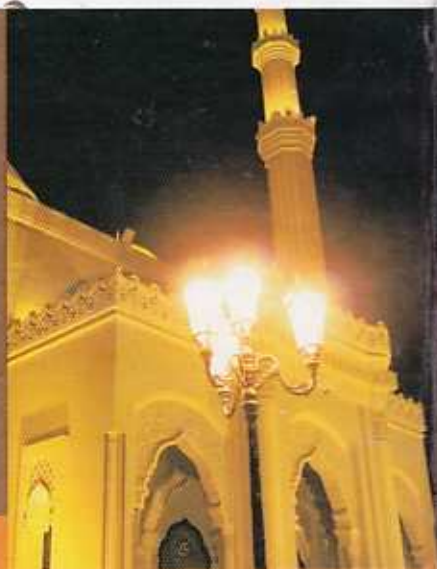
پسند فرمودہ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا علاؤ الدین صاحب دامت برکاتہم

فاضل دار العلوم دیوبند ڈیرہ اسماعیل خان

دار الاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 32631861

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جنوری ۲۰۱۰ء علمی گرافکس
ضخامت : 216 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

……… ملنے کے پتے ………

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A.

فہرست

پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے متعلق چند عجیب حکایات......۱۹۱

پانچواں باب

بسم اللہ کے چند اہم وظائف اور بعض خواص مجرّبہ......۲۰۱

چھٹا باب

احکام ومسائل بسم اللہ......۲۰۸

پسند فرمودہ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا علاؤ الدین صاحب دامت برکاتہم
فاضل دارالعلوم دیوبند، ڈیرہ اسماعیل خان، پاکستان

حامدًا مصلیًا

حضرت مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری کی تالیف کردہ کتاب
''بسم اللہ کے فضائل اور برکات''
کو پڑھا، اپنی وسعت کے مطابق خوب پرکھا، یہ ایک حقیقت ہے بلکہ امام کائنات رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

کل امرٍ ذی بال لم یبدء ببسم اللّٰہ فھو اقطع

یعنی: جو کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جاوے وہ بے برکت ہے۔

• اور قرآن مجید میں الزمھم کلمۃ التقویٰ کی تفسیر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمائی ہے کہ کلمہ تقویٰ سے مراد بسم اللہ ہے گویا اللہ نے تمام مسلمانوں کو اس کا پابند بنا دیا ہے۔ اگر ہر فرد بسم اللہ کی حقیقت کو جان لے تو معاشرے سے بدی کے جراثیم خود بخود ختم ہو جائیں گے، بہر حال یہ کتاب تمام مسلمانوں کے لئے بہترین تحفہ ہے، نہایت محبت اور لگن سے تحریر کی گئی ہے، دائمی کامیابی حاصل کرنے کے لئے اس کتاب کا ہر مکلف کے پاس ہونا لازمی ہے، یہ کتاب ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مالا مال ہے اس کتاب میں بسم اللہ سے استفادہ کا ڈھنگ لکھا گیا ہے جس سے حصولِ مقصد آسان ہو جاتا ہے۔ دعا ہے کہ اس کی تالیف کی طباعت میں کوشش کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے اور جس نے انتخاب کیا اس کی عمر میں برکت دے۔ اور مزید اس قسم کی دین کی خدمت سرانجام دینے کی توفیق دے۔ آمین

علاؤ الدین

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسلام ایک آسان اور سہل شریعت لے کر آیا ہے، اس میں محنت کم اور مزدوری زیادہ، عمل مختصر اور ثواب عظیم کے عجیب وغریب پہلو ہیں، اس کی نماز وعبادت بھی مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں، ہر گھر ہر زمین پر ہو جاتی ہے، وہ عبادت کے لئے ترکِ دنیا کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ ایسے کیمیاوی نسخے بتلاتا ہے جس سے دنیا کے کام بھی دین بن جائیں، دنیوی مشاغل میں رہتے ہوئے ایک آدمی ذاکر شاغل واصل بحق ہو جائے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور عملی تعلیمات نے انسان کی ہر نقل وحرکت اور ہر وقت اور ہر مقام کے لیے ذکر اللہ اور دعاؤں کے ایسے مختصر مختصر جملے سکھا دیئے ہیں کہ اُن کے پڑھنے سے نہ کسی دنیوی کام میں خلل آتا ہے، اور نہ پڑھنے والے پر کوئی محنت پڑتی ہے، اور وہ اس ادنیٰ سے عمل سے ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے، اس پر مزید یہ کہ ان اذکار میں دین ودنیا کی بھلائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا سکھلائی گئی ہے جس کے نتیجہ میں دینی اور دنیوی ہر طرح کی بھلائی کے دروازے کھلتے نظر آتے ہیں۔

اسلام کی تعلیمات دینِ اسلام کی حقانیت کی ایک مستقل دلیل بھی ہیں، کیونکہ دین ومذہب کا حاصل ہی یہ ہے کہ بندہ کو معبود سے مخلوق کو خالق سے وابستہ کر دے، اسلام کی ان تعلیمات نے انسان کے ہر قول وفعل اور نقل وحرکت میں اس کو خدائے تعالیٰ کی یاد میں مشغول کر دیا ہے، اور وہ بھی ایسے انداز میں کہ کام کرنے والے کو خبر بھی نہ ہو کہ وہ کوئی کام دین کا کر رہا ہے، اور خود بخود اس کو دین کی فلاح حاصل ہو جائے، دینِ اسلام کی ان تعلیمات مین سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے ہر کام اور ہر نقل وحرکت کو بسم اللہ سے شروع کرو۔

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' ایک ایسا مختصر جملہ ہے کہ پڑھنے میں نہ

کوئی محنت مشقت ہے، نہ کوئی وقت خرچ ہوتا ہے، مگر اس کے آثار و برکات نہایت دُور رس اور عظیم الشان دینی اور دنیوی فوائد پر مشتمل ہیں۔

مؤمن جب کھانے سے پہلے بسم اللّٰہ کہتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ حقیقت اس کے سامنے مستحضر ہے کہ یہ کھانے کا لقمہ جو اس نے اٹھایا ہے اس کی تخلیق میں اس کا بہت کم دخل ہے، پورے آسمان و زمین اور اس کے سیاروں اور فضائی قوتوں نے مہینوں اس میں کام کیا ہے جب ایک دانہ زمین کے اندر سے درخت کے رُوپ میں نکلا ہے، پھر لاکھوں جانوروں اور انسانوں نے اس کی حفاظت و تربیت کی خُدمت انجام دی، یہاں تک کہ وہ کھانے کے قابل لقمہ بنا ہے، یہ سب کچھ کسی مخفی قدرت کے کارنامے ہیں، انسان کی مجال نہیں کہ ان سب قوتوں سے کام لے سکے۔

اسی طرح جب پانی پینے سے پہلے بسم اللّٰہ کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پانی کی حقیقت اس کے سامنے ہے، کہ کس طرح قادرِ مطلق نے اس کو سمندر سے بخار بنا کر اُڑایا پھر بادل بنا کر جمایا اور پھر کس طرح اس فضائی مشین نے اس نمکین پانی کو میٹھے پانی میں تبدیل کر دیا، اور پھر بقدرِ ضرورت پانی کو برسا کر کھیتوں، درختوں کو سیراب کیا، تالابوں اور پانی کے حوضوں کو وقتی طور پر استعمال کرنے کے لئے بھر دیا، اور اس کے بہت بڑے ذخیرے کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایک عجیب قسم کے واٹر ورکس بنا کر رکھ دیا ہے، جس میں نہ ٹنکی بنانے کی ضرورت ہے نہ اُس ٹنکی میں پانی سڑنے اور خراب ہونے کا کوئی اندیشہ ہے، نہ اُس میں دوائیں ڈالنے کی ضرورت ہے، بلکہ بُرف کی شکل میں ایک بحرِ منجمد پہاڑوں کے اوپر لاد دیا، جس میں سے رِس رِس کر تھوڑا تھوڑا پانی پہاڑوں کی رگوں میں جاتا اور وہاں سے زمین کے نیچے نیچے پوری دنیا کے ہر خطہ میں ایک عجیب قسم کی پائپ لائن کے ذریعہ پہنچتا ہے جس میں لوہے کے خراب اثرات شامل ہونے کے بجائے زمین کے وہ جواہرات گندھک وغیرہ شامل ہوتے ہیں، جو پانی کی خرابیوں کو دُور کر کے نہایت صاف ستھرا بے ضرر کر کے ہر جگہ سے ذرا سا گڑھا کھود کر نکالا جا سکتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقائق کو مستحضر کرنے کے لئے قولاً اور عملاً اس کی تعلیم دی کہ کھانے اور پینے سے پہلے "بسم اللہ" کہو اور فارغ ہو کر "الحمد للہ" کہو، یعنی جس قدرت نے اس کھانے اور مشروب کو حیرت انگیز کارنامہ کے ساتھ تم تک پہنچایا ہے اس کا شکر ادا کرو۔

اسی طرح سواری پر سوار ہوتے وقت جب مؤمن "بسم اللہ" کہتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس حقیقت کا اعتراف کر رہا ہے کہ نہ سواری میری تخلیق کا نتیجہ ہے نہ اس پر قابو پانا اور کاموں کے لئے دھوپ چھاؤں، تر اور خشک زمین پر اس کو دوڑانا میرے بس کی بات ہے، یہ سب کچھ کسی قدرتِ کاملہ کے کارنامے ہیں، جس نے اپنی پیدا کی ہوئی ان چیزوں کو میرے لئے مسخر کر دیا ہے، ذرا غور کرو کہ گھوڑا جس کے منہ میں لگام ڈال کر آپ اس کی پیٹھ پر سوار ہونا چاہتے ہیں کیا آپ کی طاقت اس کی طاقت سے زائد ہے؟ کہ آپ اس پر سواری گانٹھ لیں، اور وہ آپ کو ڈھا کر آپ پر سوار نہ ہو سکے، آپ لگام اس کے منہ کے سامنے کر رہے ہیں کہ وہ منہ کھول دے، لگام لگا کر آپ اس کو جہاں چاہیں دوڑاتے پھریں، ذرا عقل و ہوش سے کام لو تو حقیقت کھل جائے کہ یہ سب مالک و خالق کی تسخیر ہے جس نے اس کو آپ کے سامنے ایک فرمانبردار نوکر بنا کر کھڑا کر دیا ہے، قرآن کریم کے ارشاد وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ○ کا یہی مطلب ہے۔

آج نئی دنیا کی نئی سواریوں میں سوار ہونے والے عقلاء شاید یہ سمجھیں کہ یہ تو حیوانی سواریوں کے لئے احکام ہیں، موٹر، جہاز وغیرہ تو ہمارے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں، یہ تو ہماری ہی چیزیں ہیں، اس میں بسم اللہ اور الحمدللہ کا کیا دخل ہے؟ لیکن کوئی ذرا بھی عقل سے کام لے تو اس سائنس زدہ مغرور انسان سے پوچھے کہ تیری سواریوں میں لگا ہوا لوہا، لکڑی، ایلومونیم یا دوسری دھاتیں جن سے اُن کا ڈھانچہ تیار ہوا ہے ان میں سے کس چیز کو تو نے پیدا کیا ہے، یا تیرے بس میں ہے کہ اس کو پیدا کر سکے؟ پھر ڈھانچہ کو حرکت میں لانے والی الیکٹرک یا اسٹیم جن چیزوں سے

پیدا ہوئی کیا وہ چیزیں تیری بنائی ہوئی ہیں؟ یا اُن کا بنانا تیرے بس میں ہے؟ تو آنکھ کھل جائے گی، اور معلوم ہوگا کہ اپنی قدرت و اختیار کے سارے دعوے خالص فریب ہی فریب تھا، ان سواریوں میں بھی جو چیزیں کام کررہی ہیں اُن کی پیدا کرنے والی قدرت وہی ایک ذاتِ حق ہے، اس لئے ان کا استعمال اُسی کے نام سے شروع ہونا چاہئے اور اسی کے شکر پر ختم ہونا چاہئے۔

اسی طرح بیت الخلاء میں جانے سے پہلے "بسم اللّٰہ" کہنا یہ تعلیم دیتا ہے کہ کھائی ہوئی غذا کو جزوِ بدن بنانا اور فضلات کو خارج کردینا یہ دونوں کام انسان کے بس میں نہیں، اللہ تعالیٰ ہی کی حکمت وقدرت سے یہ سب کام انجام پاتے ہیں،

وضو کے شروع میں "بسم اللّٰہ" کہنے کی بڑی تاکید آئی ہے، بعض ائمہ کے نزدیک تو بغیر بسم اللّٰہ کے وضو ہوتا ہی نہیں، اور نماز کی تو ہر رکعت بسم اللّٰہ سے شروع کی جاتی ہے، قرآن کریم کی ابتداء بسم اللّٰہ سے ہوئی ہے، درمنثور میں بحوالہ دارقطنی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امین علیہ السلام جب بھی میرے پاس وحی لے کر آتے تو پہلے "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" پڑھتے تھے۔

اسی طرح اسلامی تعلیم یہ ہے کہ انسان اپنی نقل وحرکت اور ہر کام کے شروع میں بسم اللّٰہ پڑھے، اللہ کے نام پر شروع کرے اور اسی پر ختم کرے، جو عین اُن کاموں کے اشتغال کے وقت بھی اس کو ایک عارف و ذاکر بنادے گی اور اس کے بعد بھی ہزاروں برکات وثمرات لائے گی، گویا "بسم اللّٰہ" ایک کیمیا ہے جو خاک کو سونا بنادیتی ہے۔

اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ

"یعنی جو معتدبہ کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے"۔

قرآن کریم میں اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى کی تفسیر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمائی ہے کہ ''کلمۂ تقویٰ'' سے مراد بسم اللّٰہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تمام مسلمانوں کو اس کا پابند بنا دیا ہے۔

(از رسالہ قنطرہ، مولانا لکھنوی)

انسان اپنے آغازِ کار کے وقت بسم اللہ کہہ کر در حقیقت اللہ سے استعانت طلب کرتا ہے۔ اپنے کام میں نیکی کی خوشبو، خیر کی مانگ، راہنمائی کا نور، تکمیل کے اسباب اور بعد از تکمیل اس کے پائیدار وجود کی مانگ کرتا ہے۔ یوں انسان کا مجوّزہ کام سر بسر خیر بن جاتا ہے۔ اگر ہر فرد بسم اللّٰہ کی اس دعائیہ حقیقت کو جان لے تو معاشرے سے بدی کے جراثیم خود بخود ختم ہو جائیں اور اچھائیوں کی شمیمِ جاں فزا فکر و عمل کو معطر کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز ہمیں لمحۂ فکر یہ بھی مہیا کرتا ہے کہ ہم جس کام کا افتتاح بسم اللّٰہ سے کر رہے ہیں وہ خود معروف (اچھائی اور نیکی) کی ذیل میں بھی آتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اللہ کی مدد صرف اچھے کام پر نصیب ہوتی ہے۔

☆ ...... اللّٰہ: وہ نام مقدس جو انسانی تعلیم کو اپنے رب کے تعارف سے خبریاب کرنے والا ہے۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ (سورۃ العلق)

''اے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے جس نے پیدا کیا۔''

☆ ...... اللّٰہ: وہ نامِ مقدس جو اسماءِ حسنیٰ کا مالک ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

(الحشر: ۲۷)

''وہ اللہ برحق خالق، باری، مصور ہے، اس کے اچھے نام ہیں۔''

☆......اللّٰہ: وہ نامِ مقدس جس کا ہم صفت، ہم سر کوئی نہیں۔

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (مریم: ٦٥)

''سو اس کی عبادت کر، اسی کی عبادت پر قائم رہ بھلا تو کسی کو اس کا ہم نام جانتا ہے؟''

☆......اللّٰہ: وہ نامِ مقدس جو صاحبِ برکت صاحبِ جلال والاکرام ہے۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَام. (الرحمن:٧٨)

''بڑا بابرکت ہے نام آپ کے رب کا جو عظمت والا، احسان والا ہے۔''

☆......اللّٰہ: وہ نامِ مقدس جو ربِ اعلیٰ کے نام سے اپنی تسبیح کو معنون کرتا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى. (سورۃ الاعلیٰ)

''تسبیح کیجیے اپنے بلند رب کے نام کی۔''

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (الواقعہ:٧٧۔٩٦ الحاقہ: ٥٢)

''پس تسبیح کیجیے اپنے رب عظیم کے نام کی۔''

☆......اللّٰہ: وہ نامِ مقدس جس کا ذکرِ رفیع طلوعِ شمس سے لے کر غروبِ شمس پر محیط ہر پل میں لازمی ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا (الدھر: ٢٥)

''اپنے رب کا صبح و شام نام لیا کیجیے۔''

☆......اللّٰہ: وہ نامِ مقدس ہے جس کا استحقاق ہے کہ اسے مکمل یکسوئی اور کامل توجہ کے ساتھ ادا کیا جائے!

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا. (سورۃ مزمل: ٨)

''اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع (سوچ) کر کے اس کی طرف متوجہ رہو۔''

☆......اللّٰہ: ۔وہ نامِ مقدس جس کا ذکر صلوٰۃ جیسے عظیم عمل پر مشتمل ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

(الاعلیٰ: ۱۴۔۱۵)

''بامراد ہوا وہ جو (عقائد و اخلاق میں) پاک ہوا اور اپنے رب کا نام لیتا اور صلوٰۃ ادا کرتا رہا۔''

☆......اللّٰہ: وہ نامِ مقدس جس کی شانِ رفعت کا تذکرہ مساجد کی زینت و تکریم ہے۔

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (النور: ۳۶)

''وہ ایسے گھروں میں عبادت کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔''

☆......اللّٰہ: وہ نامِ مقدس ہے جس کے ذکر سے جو روکے وہ رسوائی اور خزیان کا لقمہ بنے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ

(البقرۃ۔ ۱۱۷)

''اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام ذکر کیا جانے سے روکے۔''

☆......اللّٰہ: وہ نامِ مقدس ہے جو انسانی رابطوں میں نقطۂ اولین کی عظمت کا حامل ہے۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ. (النمل: ۳۰)

''وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اس میں ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تم لوگ میرے مقابلے میں تکبر مت کرو اور میرے پاس مسلمان ہو کر چلے آؤ۔''

☆......**اللّٰہ:** وہ نام مقدّس جس سے الحاد کا ارتکاب کرنے والوں سے قطع تعلق فرض ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ (الاعراف: ۱۸۰)

''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں میں اللہ ہی کو پکارو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں۔''

☆......**اللّٰہ:** وہ نامِ مقدّس جس کے نام ہمارے سفینۂ حیات ونجات کا آغازِ سفر بھی ہے اور انتہائے قرار بھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ہود: ۷۱)

''اس کا چلنا اور ٹھہرنا سب اللہ ہی کے نام سے ہے۔ بالیقین میرا رب غفور ہے رحیم ہے۔''

☆......**اللّٰہ:** وہ نامِ مقدّس جو کلامِ ربِ ذوالجلال کی ہر سورۃ کا افتتاح ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

☆......**اللّٰہ:** وہ نام مقدّس جو مذبوح جانور کو کھانے کے قابل بناتا ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ. (الانعام: ۱۱۸)

''کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔''

☆......**اللّٰہ:** وہ نامِ مقدّس جو آلاتِ شکار پر لیا جائے، تو ذبیحہ ہم پر حلال ہو جاتا ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ. (المائدہ: ۷)

''(تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو) تمہارے لیے پکڑیں اس کو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو۔''

☆ ......**اللّٰہ**: وہ نامِ مقدس جس سے منسوب قربانی کے جانور کا فعلِ ذبح اخلاصِ فی الدین ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ م بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ. (الحج: ۳۷)

"اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے۔"

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ . (الحج: ۳٦)

سو تم ان پر کھڑے کر کے اللہ کے نام لیا کرو۔

لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (الحج:۲۸)

"تاکہ اپنے دینی و دنیوی مفاد کے لیے آ موجود ہوں اور تاکہ ایامِ مقررہ میں ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو عطا کیے ہیں۔"

☆ ......**اللّٰہ**: وہ نامِ مقدس جس کے ذکر سے جو مذبوح جانور محروم رہے تو وہ حلال ہونے کے باوجود حرام قرار پاتا ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ

(الانعام: ۱۲۱)

"اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام فسق ہے۔"

بے شک اللہ بے مثل، بے سہیم، لاشریک ہستی ہے۔ اس کے اسم بے مثال کے معانی متعین کرنے میں تمام صاحب لغت متردّد ہیں جو معانی اپنی اٹکل سے انہوں نے متعین کرنے کی کوشش کی ہے، ان پر انہیں خود اعتماد نہیں۔ اعتماد ہو بھی تو کیسے؟

جیسے اس کی صفت هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ O اَللّٰهُ الصَّمَدُO لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ O وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌO ہے۔اسی طرح وہ خود کسی سے مشتق ہے نہ اس سے کوئی مشتق۔

''شرح اسمائے حسنیٰ'' میں لفظ اللہ کے تحت مولانا سلمان منصور پوری لکھتے ہیں:

لفظ اللہ کی ترکیب لفظی پر غور کریں تو اس کی امتیازی شان نظر آتی ہے جو کسی بھی اسم کو حاصل نہیں۔

مختصر یہ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک ایسا مختصر جملہ ہے جس کے پڑھنے میں نہ کوئی محنت مشقت ہے نہ کوئی وقت خرچ ہوتا ہے مگر اس کے آثار و برکات نہایت دوررس اور عظیم الشان دینی اور دنیوی فوائد پر مشتمل ہیں۔

بندۂ ناچیز و عاصی نے اپنی اس کتاب بنام ''بسم اللہ کے فضائل اور برکات'' میں اس مبارک کلمہ بسم اللہ کے انوارات و برکات دنیوی و اُخروی میں اور اس کے فضائل و برکات کو لکھنے کی ایک ادنیٰ سعی کی کوشش کی ہے۔دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز کی تمام کوتاہیوں سے درگزر فرما کر اس کوشش کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے اور جملہ مؤمنین و مؤمنات کو اس کتاب سے کما حقہٗ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے،آمین ثم آمین

شفاعت امام الانبیاء ﷺ کا محتاج

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

5/11/09

پہلا باب

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

کی

تفسیر وتشریح

حکمتِ استعاذہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم

تفسیر تسمیہ کا آغاز حکمت استعاذہ سے کیا جارہا ہے۔ ہر چند کہ استعاذہ بسم اللہ کا حصہ نہیں ہے لیکن چونکہ تلاوتِ قرآن سے پہلے اس کا پڑھنا مستحب ہے۔ اس لئے اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ تفسیر تسمیہ کے ضمن میں پہلے اس کی حکمت واضح کر دی جائے کہ استعاذہ سے مراد کیا ہے؟ اور اسے تلاوت قرآن سے پہلے پڑھنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

ان الفاظ کو اصطلاح شرع میں ''تعوذ'' یا ''استعاذہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ جملہ اپنی ترکیب اور ہیئت لفظی کے اعتبار سے قرآن مجید کا حصہ نہیں ہے بلکہ اس کے پڑھنے کا حکم ایک قرآنی آیت سے ماخوذ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

(النحل، ١٦: ٩٨)

سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود (کی وسوسہ اندازیوں) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

استعاذہ کی شرعی حیثیت

جمہور علماء کے نزدیک نماز کے علاوہ تلاوت قرآن سے پہلے استعاذہ مستحب ہے۔ امام خازن رحمہ اللہ نے اسے سنت لکھا ہے، بلکہ بعض کے نزدیک قرآنی حکم ''فاستعذ'' اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے یہی منقول ہے۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ اِسقاط وجوب کے لئے عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ کا تعوذ کافی سمجھتے ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ قرآنی امر اس کی فرضیت اور وجوب

کے لئے نہیں بلکہ ندب اور استحباب کے لئے وارد ہوا ہے۔ اس کا ترک شرعاً گناہ نہیں ہے۔ بخاری، سنن اربعہ اور مسند امام احمد میں نماز، تلاوت اور اس کے علاوہ بھی تعوذ کا معمول آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

بعض علماء جن میں ابن سیرین رحمہ اللہ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، داؤد ظاہری رحمہ اللہ وغیرہم شامل ہیں، نے متذکرہ بالا آیت کے ظاہر عبارت سے یہ استنباط کیا ہے کہ استعاذہ کا حکم تلاوت کے بعد کے لئے ہے۔ یہ قول مذہب مختار سے مطابقت نہیں رکھتا۔ دراصل اس آیت کی ترکیب لفظی درج ذیل آیت کے مماثل ہے۔ جس میں نماز سے پہلے وضو کا حکم صادر کیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے۔

اِذَاقُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ (المائدہ، ۵:۶)

جب (تمہارا) نماز کے لئے کھڑے (ہونے کا ارادہ) ہو تو (وضو کے لئے) اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ۔

اگر یہاں بھی صرف ظاہر عبارت کا مفہوم لیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ "جب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو اپنا منہ دھوؤ" حالانکہ وضو قیامِ صلاۃ کے بعد نہیں بلکہ پہلے شرط ہے۔ چنانچہ اس امر کے پیش نظر تمام مفسرین بالاتفاق "اِذَاقُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ" کا معنی "اذا اردتم القیام" (جب تم قیام کا ارادہ کرو) کرتے ہیں۔ یہی اصول "آیت استعاذہ" میں بھی کارفرما ہے۔ لہٰذا "اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ" کا معنی "اذا اردت القراۃ" (جب تو قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے) ہوگا۔ احادیث نبوی ﷺ کے ذریعے بھی یہی مفہوم متعین ہوتا ہے۔ چنانچہ محض ظاہر عبارت سے اس قول کا استدلال درست نہیں ہے۔ بنابریں استعاذہ تلاوت سے قبل ہی مستحب ہے نہ کہ بعد میں۔

تعوذ کے لئے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ، امام اوزاعی رحمہ اللہ اور امام حنبل

رحمہ اللہ نے ''اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم'' (مسند احمد بن حنبل، ۳:۰،۵۰،۵:۲۶) کے الفاظ پسند کیے ہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور دیگر علماء رحمہم اللہ نے صرف ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم'' کے الفاظ کو ہی مختار قرار دیا ہے۔ دونوں اقوال میں کوئی تضاد یا تناقض ہرگز نہیں۔ جس طرح بھی پڑھ لیا جائے درست ہے، کیونکہ قرآن کریم میں ایک مقام پر اس طرح مذکور ہے:

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ O (حم السجدہ، ۴۱:۳۶)

اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

ان دو آیات کے علاوہ بھی قرآن حکیم میں کئی مقامات پر استعاذہ کی تلقین کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌO

اے انسان! اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ (ان امور کے خلاف) ابھارے تو اللہ سے پناہ طلب کیا کر، بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِO (المؤمنون، ۲۳: ۹۷۔۹۸)

اور تم کہو کہ اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیاطین کے وسوسوں سے۔ اور اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔

امام احمد بن حنبل، طبرانی، ابن ماجہ اور مسند ابی یعلی میں آنحضرت ﷺ سے تعوذ کے الفاظ اس طرح منقول ہیں۔

اللھم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم وھمزہ ونفخہ ونفثہ (ابن ماجہ، کتاب، ۱: ۲۶۶، اقامہ الصلوٰۃ۔ مسند احمد بن حنبل،۱:۴۰۴۔ المستدرک للحاکم، ۱: ۲۰۷، رقم: ۷۴۹۔ السنن الکبری للبیھقی، ۲: ۳۶۔ صحیح ابن خزیمہ،۱: ۲۴۰، رقم: ۴۷۲۔ المعجم الکبیر، ۲:۱۳۴، رقم: ۱۵۶۸۔ المصنف عبد الرزاق، ۲:۸۳، رقم: ۲۵۷۲)

اے اللہ! میں شیطان سے اس کی سرکشی اور اس کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

استعاذہ کا معنی ومفہوم

استعاذہ کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے تین الفاظ کے معانی پر غور کرنا ضروری ہے۔

اعوذ، الشیطان، اور الرجیم

(۱) اعوذ۔عاذ یعوذ سے متکلم کا صیغہ ہے۔یہ ''عوذ'' سے مشتق ہے۔جس کا معنی کسی سے التجا کرنا ہے۔کہا جاتا ہے ''عاذ فلان بفلان'' (فلاں نے فلاں سے التجاء کی) متنبی کہتا ہے:

یا من الوذ بہ فیما او ملہ
و من اعوذ بہ ممن احاذرہ

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ استعاذہ کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

ھی الالتجاء الی اللّٰہ تعالی والالتصاق بجنابہ من شر کل ذی شر (تفسیر ابن کثیر،۱: ۱۵)

استعاذہ اللہ تعالٰی سے التجاء کرنے اور ہر صاحب شر کے شر سے پناہ حاصل کرنے کے لئے اس کی بارگاہ سے وابستہ و منسلک ہو جانے کو کہتے ہیں۔

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

العوذ، الالتجاء الی الغیر والتعلق به. (المفردات: ۳۵۲)

عوذ، کسی دوسرے سے التجاء کرنے اور اس سے منسلک رہنے کو کہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ استعاذہ اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ''التجاء و استدعا'' اور اس کے دامن رحمت سے ''تعلق و وابستگی۔'' کسی سے التجاء و استدعا کے بعد وابستگی اس ذات سے رشتہ امید جوڑ لینے کو ہی کہتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ التجاء و استدعا ہمیشہ کسی نہ کسی غرض اور مقصد کے لئے ہوتی ہے۔ جب کوئی مستدعی کسی شخص سے اپنی التجاء بیان کر لیتا ہے تو اس کے بعد دو ہی صورتیں باقی رہ سکتی ہیں۔ ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اپنی التجاء کے مقصد و مدعا کے پورا ہونے کی امید قائم رہے اور کامیابی ہو، دوسری یہ کہ ناکامی، ہو یعنی اس ذات سے آرزو کے پورا ہونے کی امید باقی نہ رہے۔ پہلی صورت میں ملتجی کا تعلق ملتجی الیہ سے قائم و دائم رہتا ہے۔ کیونکہ تکمیلِ مدعا کی امید رشتے کو بحال رکھتی ہے اور دوسری صورت میں جب کہ ملتجی کی کوئی امید باقی نہ رہے اور تکمیلِ مدعا کی آرزو پوری نہ ہو سکے تو وہ تعلق جو التجاء و استدعا سے قائم ہوا تھا، ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ التجاء کے بعد تعلق و وابستگی کا قائم رہنا تکمیل آرزو کی امید کی دلیل ہے۔ لہٰذا تعوذ یا استعاذہ التجاء اور امیدِ تکمیل دونوں کا نام ہے۔ کیونکہ تعوذ ''ذات حق سے پناہ مانگنا اور پناہ مل جانے کی کامل امید رکھنا دونوں کو شامل ہے'' اس لئے لفظ اعوذ کی معنوی وسعت پکار پکار کر بندگانِ خدا سے کہہ رہی ہے کہ ہر فتنہ و شر سے پناہ کی التجاء اللہ تعالیٰ سے کرو اور پھر اس کے دامن رحمت سے پر امید ہو کر وابستہ رہو، تمہیں ہر حال میں پناہ مل کر رہے گی۔ کیونکہ سوال و عطا دونوں کا مرجع و مرکز رب ذوالجلال ہے۔ ''اعوذ'' میں بارگاہ صمدیت کی کس قدر عظمت پنہاں ہے۔ آپ جتنے انہماک سے اس لفظ کی معنوی وسعت میں گم ہوں گے۔ بارگاہ الوہیت کے لطف و انعام کے اتنے ہی نظارے

نصیب ہوں گے۔

(۲) **الشیطان**: دوسرا لفظ ''الشیطان'' ہے جس کے مادے کے بارے میں دو قول ہیں۔

ایک یہ لفظ ''شیطان'' شطن سے مشتق ہے اور دوسرا یہ ''شاط'' سے مشتق ہے۔ دونوں قول درج ذیل ہیں:

(۱) امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الشیطان النون فیه اصلیة وهو من شطن ای: تباعد

(المفردات: ۲٦۱)

لفظ شیطان میں نون اصلیہ ہے اور وہ شطن سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں وہ دور ہوا۔

لغت عرب میں کہا جاتا ہے غُرْبَۃٌ شَطُوْنٌ (دور کی مسافری) امیہ بن ابی الصلت، نابغہ ذبیانی اور سیبویہ نے یہ مادہ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں: تشیطن فلان (کہ فلاں نے شیطانی فعل کیا) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں صحیح یہی ہے کہ شیطان ''بُعد'' کا معنی رکھتا ہے اور اسی پر کلام عرب کی بھی دلالت ہے:

(۲) امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے دوسرا قول بھی بیان کیا ہے۔

قیل بل النون فیه زائدة من شاط یشیط احترق غضبا، فالشیطان مخلوق من النار کما دل علیه (وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ). (المفردات: ۲٦۱)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ لفظ شیطان میں نون زائدہ ہے اور یہ شاط یشیط سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ''غصے میں جلنا'' ہے کیونکہ شیطان آگ کی مخلوق ہے۔ جیسا کہ اس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے (اور جنات کو پیدا فرمایا آگ کے شعلے سے)

اس معنی کے لحاظ سے شیطان حسد، بغض، عناد سے عبارت ہے۔ خلاصۂ کلام

یہ ہوا کہ پہلے مادہ اشتقاق کی بنا پر شیطان رحمت حق اور نیکی سے دوری پر دلالت کرتا ہے اور دوسرے مادہ اشتقاق کی بناء پر شیطان غصہ وحسد، بغض وعناد اور تکبر ونخوت کی آگ پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) الرجیم: تیسرا لفظ ''الرجیم'' ہے جس کا مادہ رجم ہے۔ الرجام پتھر کو کہا جاتا ہے۔ بنا بریں الرجم۔ الرمی بالرجام (پتھر سے مارنا) کے معنوں میں مستعمل ہے۔ جس پر پتھراؤ کیا گیا ہوا سے ''مرجوم'' کہتے ہیں۔ قرآن میں مذکور ہے کہ قوم نوح نے تبلیغ حق کا انکار کرتے ہوئے کہا۔

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝

(الشعراء، ۲۶: ۱۱۶)

وہ بولے اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگسار کیے جاؤ گے۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ. (الملک، ۶۷: ۵)

اور بے شک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

''الرجیم'' دراصل فعیل کے وزن پر مفعول ہے جو ''مرجوم'' یعنی مطرود عن الخیر (خیر اور نیکی سے بھگایا ہوا یا محروم کیا ہوا) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ''الرجیم'' کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ فاعل کے طور پر راجم کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی وجہ لکھتے ہیں:

لانه يرجم الناس بالوساوس. (تفسير ابن كثير، ۱۰: ۱۶)

کیونکہ یہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے۔

قرآن حکیم میں مذکور ہے:

اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ

وَالنَّاسِ O (الناس، ١١٤: ٥-٦)

جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ (وسوسہ انداز شیطان) جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

لہٰذا الرجیم کے دونوں معنی میں خیر اور نیکی سے دور بھگایا ہوا اور ''وسوسہ اندازی کرنے والا'' قرآن ہی سے ماخوذ ہیں۔

الشیطان الرجیم کے معنوی اطلاقات

یہ امر متفق علیہ ہے کہ استعاذہ یا تعوذ ''شیطان رجیم'' سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے اور اس پناہ کے مل جانے کی امید کا نام ہے۔ اب یہ پہلو غور طلب ہے کہ ''الشیطان الرجیم'' کا معنوی اطلاق کس شے پر ہوتا ہے۔ پہلے کی گئی لغوی معنی و مفہوم کی بحث سے کافی حد تک اس لفظ کے اصطلاحی اطلاقات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہاں ''الشیطان الرجیم'' کے تین اطلاقات ہیں۔ جن کی تائید و تصدیق قرآن و حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

۱۔ پہلا اطلاق۔ ابلیس (فرد خاص)

''الشیطان الرجیم'' کا پہلا اور معروف اطلاق ایک مخصوص فرد پر ہوتا ہے۔ جس کا تعلق گروہ جنات سے ہے اور اس کا نام ''ابلیس'' ہے اسی کو عرف عام میں ''شیطان'' کہتے ہیں۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں متعدد بار آیا ہے۔ غالباً سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ ''سورۃ الاعراف'' میں ہے جو آیت ۱۱ سے ۳۰ تک محیط ہے۔ ابلیس کے شیطان قرار پانے کی وجہ قرآن خود بیان کرتا ہے۔

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ق فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ O قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ط قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ج خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ

مِنْ طِيْنٍ ○ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ○ (الاعراف، ۷:۱۱-۱۳)

پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔ ارشاد ہوا (اے ابلیس) تجھے کس بات نے روکا تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا۔ جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے مٹی سے بنایا ہے۔ ارشاد ہوا پس تو یہاں سے اتر جا تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ یہاں تکبر کرے۔ پس میری بارگاہ سے نکل جا بے شک تو ذلیل وخوار لوگوں میں سے ہے۔

اس سے آگے پھر ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا (الاعراف، ۷:۱۸)

(اے ابلیس) تو ذلیل و مردود ہو کر نکل جا۔

سورۃ الحجر میں اسی واقعے پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○ (الحجر، ۱۵:۲۹-۳۵)

پھر جب میں اس کی (ظاہری) تشکیل کو کامل طور پر درست
حالت میں لا چکوں اور اس پیکر (بشری کے باطن) میں اپنی
(نورانی) روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔
پس سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس
کے اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا۔
(اللہ نے) ارشاد فرمایا اے ابلیس! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو سجدہ
کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔ (ابلیس نے) کہا میں ہرگز ایسا
نہیں (ہوسکتا) کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سن رسیدہ (اور)
سیاہ بو، بجنے والے گارے سے تخلیق کیا ہے۔ (اللہ نے) فرمایا
تو یہاں سے نکل جا پس بے شک تو مردود (راندہ درگاہ) ہے۔
اور بے شک تجھ پر روز جزا تک لعنت (پڑتی) رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلعتِ خلافت و نبوت سے سرفراز کر کے ان کی فضیلت و عظمت کا سرِ عام اعتراف کرنے کے لئے سجدۂ تعظیمی کا حکم صادر فرمایا، جسے تمام ملائکہ نے بلا تامل تسلیم کر لیا۔ لیکن ابلیس عظمت آدم کے سامنے سر بسجود ہونے لئے تیار نہ ہوا۔ بلکہ اس نے اپنے انکار کا یہ جواز پیش کیا کہ میں آدم سے افضل ہوں۔ سورۃ الاعراف اور سورۃ الحجر کے دونوں مقامات پر یہ صراحت سے مذکور ہے کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اپنا موازنہ کرتے ہوئے ان کی فضیلت سے انکار کر دیا۔ جس پر وہ غضب الٰہی کا مستحق قرار پایا۔ اس کا استدلال یہ تھا کہ ایک بشر جس کی تشکیل مٹی کے گارے سے ہوئی ہے مجھ سے کیونکر افضل ہوسکتا ہے۔ بارگاہِ الوہیت میں یہی دلیل اس کے ملعون ہونے کا باعث بنی۔ حالانکہ بشریتِ آدم اور اس کی تشکیل کا ذکر کم وبیش اسی انداز میں اللہ تعالیٰ نے پہلے خود ہی فرما دیا تھا:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيْ خَالِقٌ م بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ
مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ ○ (الحجر، ۱۵:۲۸)

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی
کو بنانے والا ہوں، بجتی مٹی سے جو بودار سیاہ گارے سے ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کی تخلیق کا ذکر اس انداز میں کرنا محض اظہار مقصود کے لئے تھا۔ اس میں تنقیص نہ تھی جب کہ ابلیس بشریت آدم کا ذکر صرف انکار فضیلت آدم کی دلیل کے طور پر کر رہا تھا اور اس کا نقطہ بجائے اعتراف عظمت کے حضرت آدم کے ساتھ اپنا موازنہ تھا۔ یہ پہلو تنقیص نبوت کی طرف راجع تھا اور اس کی یہی سوچ حکم الٰہی سے انحراف کی بنیاد بنی۔ جس پر اسے ابدالآباد تک کے لئے رحمت الٰہیہ سے دور، قرب ایزدی سے محروم اور بارگاہ ربوبیت سے ملعون کر دیا گیا اور قرآنی ارشاد کے مطابق وہ ''شیطان رجیم'' کا مصداق اتم قرار پا کر ہمیشہ کے لئے لعنت کا مستحق قرار پایا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے ''الشیطان'' اور ''الرجیم'' کے القاب سے یاد کیا۔ کیونکہ لفظ شیطان اپنے ایک معنی کے اعتبار سے دوری پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ابلیس کو اس نام سے موسوم کیا گیا کہ وہ تنقیصِ نبوت اور حکم الٰہی سے تمرد و انحراف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی بارگاہِ عافیت سے دور کر دیا گیا ہے اور یہ لفظ اپنے دوسرے معنی کے اعتبار سے حسد و عداوت کی آگ میں جلنے پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ابلیس کو شیطان کہا گیا ہے کیونکہ وہ عظمت و فضیلتِ آدم اور منصبِ نبوت کی رفعت و سطوت دیکھ کر حسد و عداوت کی آگ میں جل اٹھا۔ یہاں تک کہ باری تعالیٰ کے حکم سے بھی کھلی بغاوت پر تل گیا۔ چنانچہ یہ دونوں الفاظ ابلیس کے لئے قرآن حکیم میں متفرق طور پر بھی اور اکٹھے بھی استعمال ہوئے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ○ (التکویر، ۸۱: ۲۵)

اور قرآن شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔

۲۔ دوسرا اطلاق

''الشیطان الرجیم'' کا دوسرا اطلاق نوعِ انسانی اور جنات کے ان تمام

افراد پر ہوتا ہے، جو اپنے فکر و عمل کے اعتبار سے شیطنت کے مظاہر ہیں۔ شیطنت اپنے وسیع مفہوم کے لحاظ سے حسد و عداوت، بغض و عناد، فتنہ و شر اور وسوسہ اندازی کی تمام صورتوں کو محیط ہے۔ اس لئے وہ تمام افراد جو ایسے خصائل ذمیمہ سے متصف ہو کر مخلوق خدا کو مصائب و آلام، فتنہ و شر اور وسوسہ و تفرقہ کی آگ میں جھونکتے پھرتے ہوں، ان کے شر سے پناہ مانگی جائے۔ قرآن حکیم جنات اور انسانوں دونوں طبقات میں سے ایسے افراد کو "شیطان" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا

(الانعام، ۶:۱۱۲)

اور اسی طرح ہم نے نبی کے لئے انسانوں اور جنوں میں سے شیطانوں کو دشمن بنا دیا جو ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی (چکنی چپڑی) باتیں (وسوسہ کے طور پر) دھوکہ دینے کے لئے ڈالتے رہتے ہیں۔

اسی طرح قرآن کفر و طاغوت کے ان علمبرداروں کو بھی شیطان کہتا ہے جو ہمہ وقت اہل ایمان کے اغواء و اضلال میں مصروف رہتے ہیں۔

ان کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ لا قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ لا اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (البقرہ، ۲:۱۴)

اور جب (وہ منافق) اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم (بھی) ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم یقیناً تمہارے ساتھ ہیں، ہم (مسلمانوں کا تو) محض مذاق اڑاتے ہیں۔

دوسرے اطلاق کے اعتبار سے "شیطان" متعدد افراد کا لقب ہے۔ جو ہر

وقت انسانوں کو حق وصواب اور امن وآشتی سے محروم کرنے پر تلے رہتے ہیں۔ قرآن حکیم ان کے اس منصوبے کا ذکر اس طرح کرتا ہے۔

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ

(الانعام، ۶: ۱۲۱)

اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں (وسوسے) ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔

شیطانی شر کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱) پہلی صورت ''وسوسہ اندازی''

پہلی صورت دل میں کوئی خیال یا وسوسہ ڈال کر کسی غلط کام کے لئے اکساتا ہے۔ جھوٹی افواہیں بھی اس قبیل سے ہیں اسی سے افراد کے درمیان غلط فہمیاں، عداوتیں اور نفرتیں جنم لیتی ہیں۔ اس کا ذکر قرآن میں یوں آتا ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ. (الاعراف، ۷: ۲۰)

پھر شیطان نے دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا۔

اسی طرح سورۃ الناس میں فرمایا گیا ہے:

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِO الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِO مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِO (الناس، ۱۱۴: ۴۔۶)

وسوسہ انداز (شیطان) کے شر سے جو (اللہ کے ذکر کے اثر سے) پیچھے ہٹ کر چھپ جانے والا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ (وسوسہ انداز شیطان) جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

ہمارے معاشرے میں اس کی عملی مثال کسی کے خلاف شر انگیز اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کرنا ہے جو کئی لوگ اپنے مذموم مقاصد کے لئے اکثر کرتے رہتے ہیں۔

(۲) دوسری صورت ''جادو''

دوسری صورت جادو کے شر کی ہے۔ یہ بھی شیاطین کا کام ہے۔ اسے اسلام نے کفر سے تعبیر کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

من اتی ساحرا او کاھنا او عرافا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ (السنن الکبری، ۸: ۱۳۶)

جو شخص کسی جادوگر یا قسمت کا حال بتانے والے کے پاس گیا۔ اور اس نے اس بات کو سچ جانا جو کچھ اس نے کہا پس اس نے حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی ہدایت سے کفر کیا۔

اس لئے قرآن نے جادو کے شر سے بھی پناہ مانگنے کا حکم صادر فرمایا ہے:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ○ (الفلق، ۱۱۳: ٤)

اور گرہوں میں پھونک مارنے والی جادوگرنیوں اور (جادوگروں) کے شر سے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر تکلیف اور مصیبت کو جادو یا جنات کے اثرات کی طرف منسوب کر دیا جائے، ایسا خیال جہالت کے باعث ذہنوں میں آتا ہے۔

(۳) تیسری صورت ''حسد''

تیسری صورت رشک اور حسن کے شر کی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ○ (الفلق، ۱۱۳: ٥)

اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

حسد کا شر دو صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ حاسد کسی کو بہتر حالت میں دیکھ کر جل اٹھے اور اسے نقصان پہنچانے کا کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہ کرے۔ چنانچہ اس شر انگیز کوشش جس سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے اس سے پناہ طلب کی جائے۔ دوسری یہ کہ رشک و حسد بذات خود ایک ایسی آگ ہے جو غیر حسی اور غیر مرئی

ہوتی ہے۔ لیکن اس کی شر انگیزی سے دوسرے شخص کو بغیر کسی ظاہری کوشش کے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسی کو عرفِ عام میں نظرِ بد کہتے ہیں۔ بعض لوگ اسے وہم سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ یہ فی الواقع اپنا اثر رکھتی ہے اور اسی کو شیطانی شر قرار دیتے ہوئے قرآن اس سے پناہ مانگنے کی تلقین کرتا ہے۔ جس طرح جادو بغیر مادی محسوس اور قابل فہم ذرائع کے اپنی اثر انگیزی اور محیر العقول نتائج رکھتا ہے اور اس امر پر متعدد قرآنی آیات و واقعات اور احادیث نبوی صراحت کے ساتھ شاہد ہیں۔ اسی طرح رشک و حسد کی نظر بھی شر کا باعث ہو سکتی ہے۔

نظرِ شر کا ثبوت

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے جوان بیٹوں کو مصر میں غلہ لینے کے لئے بھیجا تو انہیں نصیحت کی:

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ م بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ط اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ O (یوسف، ۱۲:۶۷)

اور فرمایا: اے میرے بیٹو (شہر میں) ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے (تقسیم ہو کر) داخل ہونا اور میں تمہیں اللہ (کے امر) سے کچھ نہیں بچا سکتا، حکم (تقدیر) صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبرِ برحق ہو کر بھی اپنے بیٹوں کو نظر بد سے بچنے کی تدبیر بتا رہے ہیں اور یہاں حکمِ توکل کا مطلب یہ ہے کہ تدبیر میرا فرض ہے سو میں نے پورا کر دیا لیکن تدبیر تقدیر کو بدل نہیں سکتی۔ اس لئے باوجود تدبیر کے بھروسہ اللہ

تعالیٰ ہی کی رحمت پر کرنا چاہیے۔ یعقوب علیہ السلام کی اس نصیحت کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے گیارہ بیٹے جوان، خوبصورت اور صحت مند تھے۔ انہیں ایک دروازے سے گزرتا یعنی اکٹھا دیکھ کر کوئی شیطانی خصلت کا شخص رشک وحسد کی نظر لگا سکتا تھا۔ آپ نے اپنے بیٹوں کو نظر بد سے بچنے کی تدبیر بیان کر دی۔ اگر نظرِ بد کے شر کا کوئی وجود ہی نہ ہوتا تو پیغمبرِ خدا کبھی بھی ایسی تلقین نہ کرتے جو سراسر وہم پر مبنی ہوتی۔ آنحضرت ﷺ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

العین حق (صحیح مسلم،۲: ۲۲۰، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، رقم:۲۱۸۸)

بے شک نظر کا لگنا حق ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے محمد بن کعب رحمہ اللہ، مجاہد رحمہ اللہ، ضحاک رحمہ اللہ، قتادہ رحمہ اللہ، سدی رحمہ اللہ، وغیرہم سورۂ یوسف کی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ذالک انھم کانوا ذوی جمال وھیئۃ حسنۃ و منظر و بھاء فخشی علیھم ان یصیبھم الناس بعیونھم فان العین حق تستنزل الفارس عن فرسہ (تفسیر ابن کثیر،۲: ۴۸۴)

یعقوب علیہ السلام کا یہ ارشاد اس لئے تھا کہ ان کے بیٹے صاحب جاہ و جمال اور صاحب قوت وقامت تھے۔ پس انہیں خوف ہوا کہ کہیں لوگ ان کو نظر کے ذریعے نقصان نہ پہنچا دیں۔ کیونکہ نظر کا لگنا حق ہے۔ نظر کے اثر کا تو یہ عالم ہے کہ یہ سوار کو گھوڑے سے نیچے گرا دیتی ہے۔

عظیم محدث ومفسر امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذالک انہ خاف علیھم العین، فامرھم ان یتفرقوا فی دخولھم لئلا یصابوا العین فان العین حق وجاء فی الاثر

ان العین تدخل الرجل القبر (تفسیر معالم التنزیل، ۳: ۲۴۳)

اس کی وجہ یہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام کو ان پر نظر لگنے کا خوف تھا پس انھوں نے اپنے بیٹوں کو الگ الگ داخل ہونے کا حکم دیا تاکہ وہ نظر سے بچ جائیں۔ کیونکہ نظر کا لگنا حق ہے احادیث و آثار صحابہ میں آیا ہے کہ نظر کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ یہ آدمی کو قبر میں بھی داخل کر دیتی ہے۔

اسی قسم کا ایک ارشاد آنحضرت ﷺ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے:

العین حق ولو کان شئ سابق القدر لسبقه العین و اذا استغلستم فاغتسلوا

(صحیح مسلم، ۲: ۲۲۰ کتاب السلام، رقم: ۲۱۸۸)

نظر کا لگنا حق ہے۔ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جاتی ہے تو وہ نظر ہوتی اور جب تم سے غسل کے لئے کہا جائے تو غسل کر لیا کرو۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

کان یومر العائن فیتوضأ ثم یغتسل منه المعین

(سنن ابو داؤد، ۲: ۱۸۵، کتاب الطب، رقم: ۳۸۸۰)

حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ اگر کسی کو نظر لگ جاتی تو نظر لگنے والے کو وضو کا حکم دیتے اور اس پانی سے اس شخص کو نہلا دیتے جسے نظر لگی ہوتی تھی۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ بنا بریں جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ نظر کا لگنا حق ہے۔ (صحیح مسلم، ۲: ۲۲۰)

اس امر کی تائید ''موطا امام مالک'' میں مروی سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی

حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ امام خازن رحمہ اللہ، امام رازی رحمہ اللہ اور دیگر مفسرین نے دلائل کے ساتھ اسی مفہوم کو ثابت کیا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ، بیضاوی رحمہ اللہ اور علامہ زمخشری رحمہ اللہ نے نظر سے پناہ مانگنے کو سنت نبوی قرار دیتے ہوئے یہ حدیث بیان کی ہے۔ جس میں منقول ہے کہ حضور ﷺ اس طرح تعوذ فرمایا کرتے بالخصوص حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے ان الفاظ میں استعاذہ کیا کرتے تھے:

اعیذ کما بکلمات اللّٰہ التامة من کل عین لا مة ومن کل شیطان وھامة. (جامع ترمذی،۲:۲۷ کتاب الطب، رقم: ۲۰۶۰)

تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کے ساتھ ہر شیطان، ضرر رساں چیز اور برائی پہنچانے والی آنکھ سے اس کی پناہ میں دیتا ہوں۔

دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

اللھم انی أعوذ بکلمات اللّٰہ التامة من کل شیطان وھامة ومن کل عین لامة. (سنن ابن ماجه، کتاب الطب، رقم حدیث: ۳۵۲۵)

اے اللہ! میں تیرے کامل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ہر وسوسہ اندازی کرنے والے شیطان سے اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر سے۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ شیطانی اثرات میں سے ایک اثر نظر کا لگنا بھی ہے اور اس سے پناہ مانگنے کی تلقین بھی شریعت مطہرہ نے کی ہے۔ اس سے بچاؤ کی تدابیر کے طریقے شرعاً تدابیر ہی کا درجہ رکھتی ہیں۔ جن کا اختیار کرنا جائز اور مشروع ہے لیکن صاف ظاہر ہے کہ یہ تدابیر تقدیر کا بدل نہیں ہوسکتیں۔ اگر اذن الٰہی یہی ہو کہ نظر سے کسی کو نقصان پہنچ کر رہے تو ضروری نہیں کہ

اس تدبیر سے مطلوبہ حفاظت یقینی طور پر ہو جائے۔

اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم فرمائی کیونکہ ہر قسم کے شر سے حفاظت کی بہترین صورت استعاذہ ہے۔ جس کا مطب یہ ہے کہ جو ذات کوئی امر مقدر کرتی ہے وہی اس کو بدل دینے پر بھی قادر ہے۔ لہٰذا اسی سے ہر حال میں پناہ طلب کی جانی چاہیے۔

شرِ نظر کے تصور کی وضاحت چند احادیث اور علماء و مفسرین کی تحقیقات سے اس لئے کر دی گئی ہے کہ یہ واضح ہو جائے کہ نظر بد کا لگنا توہم نہیں بلکہ احادیث سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔ آج کل تعقل پسند طبقہ عقلیت کی رو میں بہہ کر ہر اس چیز کو توہم قرار دیتے ہوئے رد کر دیتا ہے جو محدود فکری وسعت، قلتِ مطالعہ اور ناقص عقلی استعداد کے باعث اسے سمجھ نہیں آتی۔

سورۃ الفلق کا شان نزول بھی حسد اور جادو کے شر سے متعلق ہے۔ جب ایک یہودی جادوگر لبید بن عاصم اور اس کی بیٹیوں نے آنحضرت ﷺ پر جادو کیا تو اس ضمن میں سورۃ الفلق نازل کی گئی۔ چنانچہ اس کے پڑھنے سے جادو کے جملہ اثرات زائل ہو گئے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ شیطانی اثرات فی الحقیقت موجود ہوتے ہیں انہیں توہم کی کارفرمائی یا ضعف الاعتقادی کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

(۴) چوتھی صورت ''جنات کا شر''

چوتھی صورت شیاطین چونکہ جنات کے ایک ایسے گروہ کا بھی نام ہے جو فاسق و فاجر، منافق، کافر اور شریر ہوتے ہیں۔ وہ بنی نوع انسان کو مختلف طریقوں سے پریشان کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان کے شر سے بھی پناہ مانگنی چاہیے۔ انسان پر جنات کا ایسا اثر جس سے اس کے عقل و حواس مختل ہو جائیں، قرآن کی رو سے ممکن ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جہلاء اپنی کم فہمی کی بنا پر اور عیار و مکار لوگ اپنے مادی منافع کی غرض سے انسانی امراض و عوارض کو جنات کے شر سے موسوم کرنے

لگیں۔ جس طرح ہمارے معاشرے میں سادگی اور جہالت کی وجہ سے یہ کاروبار ہو رہا ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ سود خور قیامت کے دن آسیب زدہ شخص کی طرح مختل و مبہوت ہو کر اٹھے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ. (البقرہ۲، ۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (روز قیامت) کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان (آسیب) نے چھو کر بدحواس کر دیا ہو۔

لہٰذا شیاطین کے اس شر سے بھی پناہ مانگنا استعاذہ ہی کا حصہ ہے۔

ارکان استعاذہ

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ ''تفسیر کبیر'' میں لکھتے ہیں کہ اس کلام کے پانچ ارکان ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ الاستعاذہ۔ اس سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے ذریعے بارگہ ایزدی میں تعوذ کیا جاتا ہے۔

۲۔ المستعیذ۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو استعاذہ کرتا ہے یعنی بارگاہ الوہیت میں پناہ کا طلب گار ہوتا ہے وہ اعوذ کا فاعل ہے۔

۳۔ المستعاذ بہ۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔ ان کلمات میں لفظ ''اللہ'' ''اعوذ'' کا مفعول بہ ہے۔

۴۔ المستعاذ منہ۔ اس سے مراد شیطان رجیم ہے جس سے پناہ طلب کی جاتی ہے۔

۵۔ اجل الاستعاذہ۔ اس سے مراد استعاذہ کی حکمت اور غرض و غایت ہے۔ جس کی خاطر خدا کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔ یعنی شیطان کا وہ خاص شر جس

سے محفوظ و مامون ہونے کے لئے استعاذہ کیا جاتا ہے۔

بیت الخلاء اور تعوذ

رفع حاجت کے لئے انسان جب بیت الخلاء میں داخل ہوتا یا باہر کھلی فضا میں جاتا ہے تو اسے جسم کے ان حصوں سے بھی کپڑا اٹھانا پڑتا ہے کہ عام حالات میں ان حصوں کو برہنہ کرنا انسانی عادات کے منافی اور شرم وحیا کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اس برہنگی کی حالت میں شیطانی حملوں کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اور شیطان کے لئے انسان کو ورغلانا اور وساوس میں مبتلا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے رفع حاجت کے لئے جسم کے مخصوص حصوں سے کپڑا اٹھانے یا بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل ایسے الفاظ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جن میں انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اے ذات عظیم! مجھے ان حالات میں شیطان کے اثرات سے محفوظ و مصئون فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ کلمات ادا فرماتے:

اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث.

(صحیح بخاری صفحہ ۲۶ جلد اول، کتاب الوضوء)

اے اللہ! میں نر اور مادہ شیاطین سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

جب بھی بیت الخلاء میں جانے کی ضرورت ہو تو وہاں داخل ہونے سے قبل ان الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کر لیجیے۔

تعوذ کی برکت سے اللہ تعالیٰ شیطانی اثرات سے محفوظ فرمائے گا۔

بدخوابی اور تعوذ

بعض اوقات حالت نیند میں انسان کو بڑے عجیب وغریب قسم کے خواب دکھائی دیتے ہیں۔ کئی دفعہ آدمی ان خوابوں کی وجہ سے خوف زدہ اور پریشانی میں مبتلا

ہو جاتا ہے۔ رسول محترم ﷺ نے اس بدخوابی کا علاج بھی ''تعوذ'' ہی بتلایا ہے۔ ارشادِ رسول ﷺ ہے۔

اذارأى احدكم الرء يا يحبها فانما هي من الله فليحمد الله عليها وليحدث بها واذارأى غير ذالك مما يكره فانما هي من الشيطان فليستعذ بالله من شرها ولا يذكرها لاحد فانها لا تضره (صحيح

بخاري ۱۰۳٤ جلد ۲، كتاب التعبير، باب الرؤيا من الله)

جب تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو ''الحمد للہ'' کہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور اگر چاہے تو لوگوں کے سامنے اس خواب کا ذکر بھی کر دے اور جب ناپسندیدہ، شیطانی اور ڈراؤنا خواب دیکھے تو، ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ'' پڑھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔ اور کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے تو انشاء اللہ اسے کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچے گا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ نے بدخوابی کے موقع پر ''اعوذ باللہ'' پڑھنے کے ساتھ ساتھ بائیں جانب تھوکنے کا بھی حکم فرمایا ہے اور صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث مقدسہ میں ہے کہ بدخوابی کے وقت آدمی تین دفعہ ''اعوذ باللہ'' پڑھے۔ بائیں طرف تین مرتبہ تھوکے اور اپنی کروٹ تبدیل کرلے۔

(صحیح مسلم صفحہ ۲٤۱ جلد۲ کتاب الرؤیا)

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان احادیث مبارکہ کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ جس شخص کو برے اور فاسد خواب آتے ہوں اسے چار چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے:

۱۔ شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے ،یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھے۔

۲۔ برے خواب سے اللہ رب العزت کی پناہ مانگے۔

۳۔ جونہی آنکھ کھلے تو فوراً بائیں طرف تین دفعہ تھوک دے۔

۴۔ برے خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ شیطان، انسان کا ازلی اور ابدی دشمن ہے۔ وہ انسان کو غمگین، پریشان اور رنجیدہ کرنے کے لئے خواب کی حالت میں پراگندہ خیالات اور وساوس پیدا کرتا ہے۔ اس لئے محسن کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی امت کو بدخوابی کا علاج یہ بتایا کہ جونہی خواب میں برے خیالات کی آمد ہو، آدمی فوراً پڑھنا شروع کردے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔

غصہ اور تعوذ

غصہ اور غضب انسان کے لئے سخت نقصان دہ اور اذیت کا باعث ہیں۔ حالت غصہ میں انسان نامعلوم کیا کیا الفاظ اپنی زبان سے ادا کر جاتا ہے۔ اور شیطان بھی انسان کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غصے کی حالت میں اسے ورغلانے کی کوشش کرتا ہے۔ ابلیس کی سرتوڑ کوشش ہوتی ہے کہ انسان سلوک، اتفاق اور اتحاد سے زندگی نہ گزار سکیں۔ بلکہ ہمیشہ اختلاف انتشار اور منافرت کا شکار رہیں۔ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے شیطان انسان کو غصہ دلاتا اور پھر غصے کی حالت میں اس کے منہ سے ایسی باتیں نکلوا دیتا ہے کہ جس سے معاشرے میں افتراق و اختلاف بڑھتا ہے اور شیطان انسانوں کو آپس میں لڑا کر خوش ہوتا اور مسرت کا اظہار کرتا ہے۔

اسی لئے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے غصے کو پی جانے، درگزر اور معاف کرنے کی رغبت دلائی ہے۔ اور قرآن حکیم نے بھی اہل تقویٰ کی علامات اور

نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے۔ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ یعنی اللہ والوں کے اوصاف حمیدہ میں سے غصے کو پی جانا، ایک عمدہ وصف اور لوگوں کو معاف کر دینا اعلیٰ خوبی ہے۔

تاہم اگر کسی وقت انسان کو غصہ آ جائے تو رسول محترم ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ جونہی کوئی شخص خود کو غصہ کی حالت میں محسوس کرے تو فوراً پکار اٹھے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو شخص آپس میں جھگڑ پڑے۔ یہاں تک کہ نوبت گالی گلوچ تک پہنچ گئی۔ اور غصہ ان کے چہروں سے ٹپکنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس غضب ناک صورت حال کو دیکھ کر فرمایا: انی لاعلم کلمة۔ بلاشبہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں۔ لوقالها لذهب غضبه۔ اگر یہ دونوں ان الفاظ بابرکات کو اپنی زبان سے ادا کر لیں تو ان کا غصہ فوراً کافور ہو جائے۔ اور یہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ وہ الفاظ و کلمات جن کے کہنے سے آدمی کا غصہ فوراً دور ہو جاتا ہے۔ ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' ہیں۔ (جامع ترمذی، صفحہ ۱۸۳ جلد۲، کتاب الدعوات. باب مایقول عند الغضب)

بعض تفسیری روایات میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول محترم ﷺ کو حکم فرمایا کہ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔ جاہلوں سے اعراض اور بے رخی اختیار فرمائیں تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ اے رب کریم! غصہ کا علاج کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کہ جب غصہ محسوس ہو تو ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' پڑھ لیا کرو۔ غصہ جاتا رہے گا۔

آج ہم میں سے اکثر لوگوں کو غصہ بہت جلد آ جاتا ہے اور ہم معمولی باتوں کی بناء پر مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور پھر ساری عمر اس غصہ کے نتائج کا سامنا کرتے رہتے ہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں قتل ہوتے ہیں تو، غصہ کی بناء پر،

میاں بیوی کے اختلافات بڑھتے ہیں تو، غصہ کی بنا پر، اور پھر نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے، تو غصہ کی بناء پر، یہ غصہ انسان کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے، اسے جیل کی کوٹھڑی دکھلاتا اور معاشرے کا ناپسندیدہ فرد بنا دیتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے جذبات پر کنٹرول رکھنا چاہیے۔ غصے سے اجتناب کرنا چاہیے اور بتقصائے بشریت اگر کسی وقت غصہ آ جائے تو فوراً پڑھنا چاہیے، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

دخول مسجد اور تعوذ

مسجد، مؤمن کے لئے جائے سکون قلبی راحت کی جگہ اور ذہنی اطمینان کا مقام ہے۔ مؤمن کامل کا دل ہر وقت مسجد سے وابستہ اور معلق رہتا ہے۔ مساجد کو تعمیر و آباد کرنا اہل ایمان کا شیوہ اور مسلمانی کی علامت ہے۔ مساجد سے محبت، دین سے محبت کا معیار اور کسوٹی ہے۔ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کی جگہیں اور مسلمانوں کا شعار اور علامتی نشان ہیں۔ شیطان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو مسجدوں سے دور رکھا جائے۔ ان کے دلوں کو مساجد کی محبت سے خالی اور عاری کر دیا جائے اور اہل ایمان کے قلوب و اذہان سے مسجدوں کی اہمیت و ضرورت کو مٹا دیا جائے۔ چنانچہ وہ مسجد کی طرف آنے والے مسلمان کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا کرتا ہے۔ اس کے ذہن میں وساوس ڈالتا اور اسے مسجد سے دور رکھنے کی سر توڑ کوششیں کرتا ہے۔

اسی لئے ہمارے رہبر و رہنما حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مسجدوں میں داخل ہوتے وقت ''اعوذ باللہ'' پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔ تاکہ شیطانی وساوس سے بچا جا سکے اور ایمانی حقائق سے دل کو روشن کیا جا سکے۔

مسجد میں داخلے کے وقت اعوذ باللہ والی دعا ایسی بابرکت اور پُر اثر ہے کہ اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت اسے پڑھ لیا جائے تو انسان دن بھر کے لئے شیطان کی شرانگیزیوں، فتنوں اور وسوسوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا دخل المسجد. اعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم (سنن ابی داؤد صفحہ ٦٧ جلد اول)

رسول کریم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے۔ میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی ذات کی کرامت اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ میں آتا ہوں۔

نبی محترم ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص یہ دعا پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ **حفظ منی سائر الیوم**۔ یہ شخص دن بھر کے لئے مجھ سے محفوظ ہو گیا۔

یہ دعا بہت آسان اور سادہ الفاظ پر مشتمل ہے۔ اسے یاد کر لینا چاہئے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اسے پڑھ کر سنت رسول پر عمل کا ثواب عظیم حاصل کریں اور پورے دن کے لئے شیطان کے فتنوں سے محفوظ ہو جائیں:

اعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم

سفر اور تعوذ

ہر انسان کو کسی نہ کسی کام کے لئے سفر اختیار کرنا پڑتا ہے۔ تاہم رسول اکرم ﷺ کی سنت، آپ کا طریقہ اور اسوہ یہ ہے کہ جب سفر پر روانہ ہوا جائے تو تعوذ والی دعا پڑھ کر سفر شروع کیا جائے۔ یقیناً ایسا سفر جس کی ابتدا ذکر الٰہی سے ہوگی۔ جس کا آغاز آنحضرت ﷺ کی سنت مطہرہ سے ہوگا اور جسے مسنون دعا سے شروع کیا جائے گا۔ وہ سفر باعث برکت، بامقصد اور کامیاب ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو اپنی زبان مبارک سے یہ دعا پڑھ کر سفر کا آغاز فرماتے۔

اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الاھل اللھم اصبحنا فی سفرنا واخلفنا فی اھلنا اللھم انی اعوذبک من وعثاء السفر وکابة المنقلب ومن الحور بعد الکور ومن دعوة المظلوم وسوء المنظر فی الاھل والمال (جامع ترمذی صفحه ۱۸۱، جلد ۲، کتاب الدعوات)

اے میرے اللہ! آپ ہی سفر میں (میرے) ساتھی ہیں اور (میرے) گھر میں خلیفہ (کارساز) ہیں۔ اے اللہ! آپ سفر میں ہمارے ساتھی بنیں اور ہمارے گھر والوں کے لئے ہمارے نائب۔ اے اللہ! میں آپ کی ذات کے ساتھ سفر کی مشقت سے اور واپسی پر غمگین منظر سے اور ترقی کے بعد تنزل سے پناہ مانگتا ہوں۔

یہاں سفر کی اس دعا میں ''تعوذ'' یعنی اللہ کی پناہ طلب کرنے کا ذکر موجود ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ سفر پر روانہ ہوتے وقت اگر اس مسنون دعا کو پڑھ لیا جائے تو انسان سفر کی مشکلات اور گھر سے دوری کی غمگینی اور تنزل و پستی اور نقصان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

دشمن سے تعوذ

ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے دشمن کی چالوں، اس کے حملوں اور ریشہ دوانیوں سے ہر طرح محفوظ و مامون رہوں اور میرا دشمن کسی طرح بھی میرا نقصان نہ کر سکے۔ اسی طرح ہر شخص اس امر کا بھی آرزومند ہوتا ہے کہ مجھے کوئی پریشانی، اذیت اور تکلیف نہ پہنچے، اور میں ہر قسم کی مشقتوں، تکلیفوں، اذیتوں، دشواریوں اور پریشانیوں سے سلامت رہوں۔ اس مقصد کے لئے محسن کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ نے بڑی مختصر اور جامع دعا سکھلائی ہے۔ اسے روزانہ پڑھ کر ہر قسم کے مصائب

وآلام اور دشمن کے حملوں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اس دعا میں بھی ''تعوذ'' یعنی اللہ کی پناہ کے الفاظ موجود ہیں۔

مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مشقت، بدبختی، برے فیصلے اور دشمنوں کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں:

اللھم انی اعوذ بک من جھد البلاء ودرک الشقاء
وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء

(صحیح بخاری صفحہ ۹۳۹، جلد۲، کتاب الدعوات)

اے میرے اللہ! میں بلاء کی مشقت سے اور بدبختی کے ملنے سے
اور برے فیصلے اور دشمنوں کی خوشی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

زوال نعمت سے تعوذ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحت وتندرستی، مال و دولت، عزت، کاروبار وتجارت، علم وملازمت اور اس طرح کی بے حساب نعمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔ ہم میں سے کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ وہ ان نعمتوں سے محروم کر دیا جائے۔ انعامات خداوندی سے اس کا دامن خالی ہو جائے اور اسے تہی دست اور بے آسرا بنا دیا جائے۔

امت کی ان خواہشات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے ہادی و رہنما حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں ایک خوبصورت، بہترین، مختصر مگر جامع دعا بتلائی ہے کہ جو شخص اس دعا اور تعوذ کو پڑھتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ اس پر کی گئی نعمتوں کو برقرار رکھے گا بلکہ اس پر انعامات کی مزید بارش برسائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی محترم ﷺ نعمتوں کے زوال سے بچنے اور عافیت کے لئے اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذبک من زوال نعمتک وتحول

عافیتک وفجاء ۃ نقمتک وجمیع سخطک۔ (رواہ مسلم۔ مشکاۃ المصابیح صفحہ ۲۱۶ باب الاستعاذۃ)

اے اللہ! میں آپ کی عطا کردہ ہر نعمت کے زائل ہونے سے اور آپ کی دی ہوئی عافیت کے بدل جانے سے اور آپ کے ناگہانی عتاب سے اور آپ کے ہر طرح کے غصہ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

برے اخلاق سے تعوذ

انسانی عادات میں حسن اخلاق ایک پسندیدہ عادات ہے۔ نبی محترم ﷺ نے اعلیٰ اخلاق اور حسن کردار کی تعلیم دی ہے۔ آپ کا ارشا مبارک ہے:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

مجھے تو اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کے اخلاق حمیدہ کی قرآن مجید فرقان حمید نے یوں گواہی دی ہے کہ

انک لعلی خلق عظیم (سورۃ قلم آیت نمبر ٤)

اے پیغمبر (ﷺ) آپ تو اخلاق کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں جس طرح اخلاق عالیہ کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ اسی طرح برے اخلاق کی مذمت بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ بلکہ حدیث مقدسہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ رسول رحمت ﷺ اپنی امت کے اخلاق کے بارے میں اتنے فکر مند تھے کہ آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو ایسا تعوذ اور ایسی دعاء سکھلائی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست کی گئی ہے ک اے الہ العالمین! ہمیں برے اخلاق سے محفوظ فرما۔

نبی کریم ﷺ کی سب سے زیادہ احادیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ تعوذ کیا کرتے۔

اللھم انی اعوذبک من الشقاق والنفاقِ وسوء الاخلاق(سنن نسائی صفحہ ۳۱۳ جلد، کتاب الاستعاذہ)

اے اللہ! میں اختلاف سے، نفاق سے اور برے اخلاق سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بے نفع علم سے تعوذ

علم، اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور لازوال دولت ہے۔قرآن وحدیث میں اہل علم کے فضائل ومحاسن اوران کی فضیلت وعظمت کومختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔قرآن حکیم نے واضح فرمایا ہے کہ جس طرح دھوپ اور چھاؤں، دن اور رات، صبح اور شام، زندہ اور مردہ برابرنہیں ہوسکتے، اسی طرح اہل علم اور بے علم بھی برابرنہیں ہوسکتے۔قرآن حکیم اس امرکی بھی وضاحت فرماتا ہے کہ''اہل علم اور بےعلم بھی برابرنہیں ہوسکتے۔قرآن حکیم اس امرکی بھی وضاحت فرماتا ہے کہ''اہل علم ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔''اورحضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ان اشعار نے تواہل علم کی فضیلت کوچار چاند لگادیے ہیں کہ۔

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا علم وللجهال مال
فان المال یفنی عن قریب
وان العلم باق لازوال

ہم اللہ جبار کی اس تقسیم پر راضی اورخوش ہیں کہ اس نے ہمیں علم سے نوازا اور جاہلوں کو مال عطا کیا۔بلاشبہ دولت توعنقریب فنا اورختم ہوجائے گی۔اورعلم ہمیشہ باقی رہے گااوراسے کبھی زوال نہیں آئے گا۔

مگر ایسا علم جونفع مند، فائدہ مند اورسود مند نہ ہو، وہ علم عظمت کی بجائے

نفرت، عزت کی بجائے ذلت اور بلندیوں کی بجائے پستیوں کا سبب ہے۔ ایسے بے مقصد اور نقصان دہ علم سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے:

اللھم انی اعوذبک من علم لاینفع ومن قلب لایخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعاء لا یسمع.
(سنن نسائی صفحہ ۳۱۸ جلد ۲ کتاب الاستعاذہ)

اے اللہ! میں بے نفع علم سے، نہ ڈرنے والے دل سے، نہ بھرنے والے نفس سے اور قبول نہ ہونے والی دعا سے آپ کی پناہ کا طلب گار ہوں۔

متعدد تعوذات

کتب احادیث کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ خود کئی اشیاء سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ان چیزوں سے رب العزت کی پناہ مانگنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ تفصیل میں جائے بغیر آپ کے سامنے ''تعوذات نبوی'' کی ایک فہرست پیش خدمت ہے۔

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اکثر کہا کرتے۔ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں:

☆ مِنَ الْهَمِّ ...... رنج سے ☆ وَالْحُزْنِ ...... غم سے
☆ وَالْعَجْزِ ...... عاجزی سے ☆ وَالْكَسَلِ ...... سستی سے
☆ وَالْبُخْلِ ...... کنجوسی سے ☆ وَضَلَعِ الدَّيْنِ ...... کمر توڑ قرض سے
☆ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ ...... اور دشمنوں کے غلبے سے

(صحیح بخاری صفحہ ۹۴۱ جلد ۲، کتاب الدعوات)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ

اللہ ارحم الراحمین سے تعوذ مانگا کرتے تھے:

☆ مِنَ الْكَسَلِ ...... سستی سے ☆ وَالْهَرَمِ ...... شدید بڑھاپے سے

☆ وَالْمَاْثَمِ ...... گناہ سے ☆ وَالْمَغْرَمِ ...... جرمانے سے

☆ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ ...... قبر کی آزمائش سے

☆ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ...... قبر کے عذاب سے

☆ وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ ...... آگ کے فتنے سے

☆ وَعَذَابِ النَّارِ ...... جہنم کے عذاب سے

☆ وَمِنْ فِتْنَةِ الْغِنٰى ...... مال داری کے فتنے سے

☆ وَمِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ ...... غربت کی آزمائش سے

☆ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ...... اور دجال کے فتنے سے

(صحیح بخاری صفحہ ۹۴۲ جلد ۲، کتاب الدعوات)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی محترم ﷺ کے تعوذات کا ذکر یوں فرماتے ہیں کہ آپ کہا کرتے۔ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔

☆ مِنَ الْبُخْلِ ...... بخیلی سے

☆ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ ...... محتاجی کی عمر سے۔

☆ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا ...... دنیا کے فتنے سے

☆ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ...... قبر کے عذاب سے

☆ مِنَ الْجُبْنِ ...... کمزوری سے۔

(صحیح بخاری صفحہ ۹۴۲، جلد ۲، کتاب الدعوات)

مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام الرسل ﷺ مذکورہ تعوذات کے علاوہ بھی اللہ رب العزت کی پناہ مانگا کرتے تھے اور لوگوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ تم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

مِنْ فِتْنَةِ الصَّدْرِ ...... سینے کے فتنے سے

مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ ...... کان کی برائی سے

وَمِنْ شَرِّ بَصَرِیْ ...... آنکھ کی برائی سے

مِنْ شَرِّ لِسَانِیْ ...... زبان کی برائی سے

وَمِنْ شَرِّ قَلْبِیْ ...... دل کی برائی سے

وَمِنْ شَرِّ مَنِیِّی ...... خواہشات کی برائی سے

وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ...... زندگی اور موت کے فتنے سے

مِنَ الْقِلَّةِ ...... قلت کے فتنے سے

وَمِنَ الذِّلَّةِ ...... ذلت کے فتنے سے

وَمِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ ...... ظلم کرنے اور ظلم سہنے سے

مِنَ الْخِيَانَةِ ...... بددیانتی سے

مِنْ سُوْءِ الْعُمُرِ ...... محتاجی کی عمر سے

مِنَ الشُّحِّ ...... لالچ سے

راستہ بھول جانے، گمراہ ہو جانے اور جہالت سے

دھنس جانے سے   مکان کے گرنے سے

بچھو کی کاٹ سے   جگہ کی تنگی سے

اللہ تعالیٰ کے غصہ سے   نہ قبول ہونیوالی دعا سے

(سنن نسائی صفحہ ۳۹ تا ۳۱۹ جلد ۲، کتاب الاستعاذہ)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ان تمام چیزوں سے اپنی پناہ نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت نوح علیہ السلام اور تعوذ

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر، نبی اور رسول تھے۔ آپ کو "آدم ثانی" کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے ساڑھے نو سو سال

قوم کو توحید الٰہی کی تبلیغ و تلقین کی مگر اتنا طویل عرصہ وعظ و نصیحت کے باوجود تقریباً اسّی افراد نے قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔ جب معاملہ حد سے گزر گیا اور حضرت نوح علیہ السلام نے محسوس فرمایا ہے کہ میری انتھک محنتوں اور بے انتہا کوششوں کا کوئی کارآمد نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا۔

بلکہ قوم ضد اور مخالفت کی وجہ سے مزید گمراہی، ضلالت اور بے راہ روی میں حد سے بڑھتی جا رہی ہے اور عذاب الٰہی کو دعوت دے رہی ہے تو آپ علیہ السلام نے دربار خداوندی میں عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا O فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا O وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا O ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا O ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا O

(سورۃ نوح، آیت ۵ تا ۹)

اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات اور دن (توحید الٰہی کی) دعوت دی۔ پس میری دعوت کے باعث ان کے فرار (یعنی نفرت) میں اضافہ ہی ہوا۔ اور میں نے جب بھی ان کو بتلایا کہ آپ انہیں بخش دیں تو انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور (کفر و شرک پر) اڑ گئے اور حد درجہ متکبر بن گئے۔ پھر میں نے انہیں بلند آواز سے (توحید کی) دعوت دی۔ پھر انہیں عام اعلان کر کے اور چپکے چپکے بھی سمجھانے کی کوشش کی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوتِ حق کے جواب میں قوم نے جب مذاق، استہزاء اور تمسخر کا انداز اختیار کیا تو آخر ایک دن حضرت نوح علیہ السلام نے نافرمان

قوم کے حق میں بددعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا O اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا O

(سورة نوح آیت نمبر ۲۶۔۲۷)

اے میرے رب! کافروں میں سے کسی کو روئے زمین پر بستا ہوا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ایسی اولاد کو جنم دیں گے جو نافرمان اور کافر ہی ہوگی۔

مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار عالی شان میں حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا مقبول ہوئی اور ان کی نافرمان قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ آسمان سے پانی برسا۔ زمین نے پانی اگلا بلکہ وہ تنور جہاں روٹیاں پکانے کے لئے لکڑیوں سے آگ جلائی جاتی تھی۔ ان تنوروں سے آگ کے شعلوں کی بجائے پانی کے فوارے نکلنا شروع ہوگئے۔

بحکم الٰہی حضرت نوح الیہ السلام اپنے فرماں برداروں ہر چیز کے جوڑے کے ہمراہ کشتی پر سوار ہوگئے اور پانی کے سیلاب نے نافرمان قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ان تباہ و برباد ہونے والوں میں ایک حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ''کنعان'' بھی تھا۔ آپ نے اسے سمجھایا۔ دین حق کا راستہ دکھلایا اور عذاب الٰہی سے بچانے کی کوشش کی مگر اس کی ضد، عناد، کفر شرک اور نافرمانی کی وجہ سے اسے غرق آب کر دیا گیا۔ جب ایک عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کی کشتی ''جودی'' نامی پہاڑ پر ٹھہری اور آپ کو اپنے بیٹے کنعان کی تباہی و بربادی کی یاد آئی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تیرے اہل و عیال کو عذاب سے بچاؤں گا اور ان ابنی من اهلی میرا بیٹا بھی تو میرے اہل میں سے ہے اور آپ کا وعدہ بھی سچا ہے اور آپ سب حاکموں سے بہتر فیصلہ فرمانے والے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اس استفسار کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو جواب آیا وہ قرآن کے الفاظ میں سماعت فرمایئے:

قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَیۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنِّیۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ۝ (سورۃ ھود آیت نمبر ٤٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں۔ پس جس چیز کا آپ کو علم نہ ہو۔ اس بارے میں مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے نہ ہو جانا۔

آپ قرآنی الفاظ پر غور فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ وہ بدعمل اور نافرمان ہے اور جس شخص میں ایسی خامیاں اور کوتاہیاں پائی جائیں اسے نبوت کے پاک خاندان کا فرد شمار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اللہ کے ہاں نجات، کامیابی، ترقی اور درجات کی بلندی کا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کا منکر اور پیغمبر وقت کا نافرمان چاہے نسلی اعتبار سے خاندان نبوت کا چشم و چراغ ہی کیوں نہ ہو۔ اور چاہے جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بھی عذاب الٰہی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ دنیوی اور اخروی کامیابی و کامرانی کے لئے یہی دو چیزیں بنیادی شرط ہیں: (۱) توحید الٰہی کا پرستار (۲) رسول محترم کا فرماں بردار۔

حضرت نوح علیہ السلام کو بارگاہ الٰہی سے جب ذرا سی تنبیہ ہوئی تو فوراً سراپا عجز و انکسار بن گئے۔ اور اسی وقت معافی مانگنی شروع کی اور جو الفاظ انہوں نے ادا کئے وہ اللہ پاک کو بہت زیادہ پسند آئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے پاکیزہ الفاظ ایسے پسند آ گئے کہ رب العزت نے قیامت تک کے لئے ان الفاظ مقدسات کو قرآنی آیات میں محفوظ کر دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بصد عجز و

انکسار اور بہزار ادب واحترام عرض کیا۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُبِکَ اَنۡ اَسۡئَلَکَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغۡفِرۡلِیۡ وَتَرۡحَمۡنِیۡۤ اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ○

(سورة هود، آيت ٤٧)

نوح عرض کرنے لگے: اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تجھ سے ایسی چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا۔ تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

''تعوذ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی استدعا حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی زبان اقدس سے کی ''رب انی اعوذبک'' کہہ کر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعوذ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر اور صاحب کتاب رسول پیغمبر تھے۔ قرآن حکیم میں آپ کی سیرت مبارکہ کے مختلف حصوں کو تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان دو تین انبیاء میں سے ہیں۔ جن کا ذکر قرآن مجید کی آیات میں بار بار آیا ہے۔ آپ کو بنی اسرائیل کی ہدایت اور آزادی کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا۔ آپ بنی اسرائیل کے ہمراہ 'وادی تیہ' میں قیام فرماتے تھے کہ

بنی اسرائیل کے ایک نوجوان نے اپنے مالدار چچا کی جائیداد حاصل کرنے کے لئے رات کی تاریکی میں اسے قتل کر دیا اور قتل کے الزام سے بچنے کے لئے چچا کی لاش کو دوسرے محلے میں پھینک دیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح مجھے چچا کی بے پناہ دولت بھی حاصل ہو جائے گی اور دوسرے محلے داروں سے چچا کا خون بہا بھی مل جائے گا۔

یہ حرکت کرنے کے بعد علی الصبح اس نے چیخنا اور چلانا شروع کر دیا اور فریاد کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدعی بن کر اہل محلہ کے خلاف قتل کا دعویٰ دائر کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے تحقیق و تفتیش کی مگر قتل کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے حضور دعا کی اے اللہ! حقیقت حال واضح فرما تا کہ بنی اسرائیل کو باہمی اختلاف وافتراق سے بچایا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور قدرت کا ایک واضح نشان دکھانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیں اور ذبح شدہ گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر لگائیں تو وہ مردہ میری قدرت سے زندہ ہو کر خود ہی اپنے قاتل کی نشان دہی کر دے گا۔ اس طرح اندھے قتل کی حقیقت کھل جائے گی اور قاتل کا واضح طور پر پتہ بھی چل جائے گا۔

قرآن مجید فرقان حمید اپنے معجزانہ اختصار سے اس واقعہ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتا ہے کہ:

وَاِذْقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ یَاْ مُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً

اور وہ وقت یاد کرو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔

گائے ذبح کرنے کا حکم سن کر قوم کو تعجب ہوا اور انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ سے قاتل کا پتہ پوچھنے آئے تھے اور آپ ہمیں گائے ذبح کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ بھلا ان ہر دو معاملات کی آپس میں کیا مناسبت ہے؟ اے موسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہو کر ہم سے مذاق اور تمسخر کر رہے ہیں۔ قرآن عزیز ان کے الفاظ نقل کرتا ہے:

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا

انہوں نے کہا، کیا آپ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کے اس اعتراض اور سوال کا جو جواب دیا وہ

ہمارے اس عنوان کا موضوع ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ایسے سنجیدہ، معاملات اور نازک مواقع پر مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ. (سورۃ بقرہ آیت ۶۷)

میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں کے گروہ میں شامل ہو جاؤں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا تعوذ

حضرت یوسف علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے مشہور پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر ہیں۔ آپ کی سیرت مبارکہ کے تذکرے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی ایک مستقل سورت نازل فرمائی ہے۔

سورۃ یوسف میں کریم ابن کریم حضرت یوسف علیہ السلام کے تعوذ کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ

سرزمین مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے گھر میں رہائش اختیار کئے ہوئے جب سات سال کا عرصہ گزر گیا۔ تو ایک زبردست اور کٹھن آزمائش شروع ہوگئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر جوانی کا عالم تھا۔ حسن و جمال میں بے مثال، رخ مبارک شمس و قمر کی طرح روشن، عصمت و حیا کی فراوانی سونے پر سہاگہ اور پھر ہر وقت کا قرب اور ساتھ عزیز مصر کی بیوی (زلیخا) اپنے دل پر قابو نہ رکھ سکی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی۔ اور آپ سے ناجائز تعلقات استوار کرنے پر کمر بستہ ہوگئی اور ایک دن جذبات کی تسکین اور غلط منصوبے کی تکمیل کے لئے مکان کے تمام دروازے بند کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو انتہائی محفوظ کمرے میں لے جا کر ”دعوتِ گناہ“ دی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے یہ سخت آزمائش کا وقت تھا۔ شاہی خاندان کی خوبرو عورت، محبوب نہیں بلکہ محب، آرائش حسن و زینت کی بے پناہ نمائش، ادھر

یوسف خود حسین نوجوان اور حسن کی تمام خوبیوں کا مجموعہ۔ دروازے بند، رقیب کا خوف نہ محافظ کا ڈر، مالکہ خود ذمہ دار، مگر ان تمام ساز گار حالات میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک لمحہ کے لئے بھی امرءۃ العزیز کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ قرآن عزیز فرماتا ہے:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَفِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَکَ. (سورة یوسف آیت ۲۳)

اور یوسف کو اس عورت نے جس کے گھر میں وہ مقیم تھے اس کی ذات سے پھسلایا اور دروازے بند کر دیئے اور کہا آجا۔

عزیز مصر کے شاہی محل کی خلوت گاہ اور مکمل تنہائی کے عالم میں حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کی اس اشتعال انگیز درخواست بلکہ تقاضا کو ٹھکراتے ہوئے زلیخا کو جواب میں فرماتے ہیں:

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ط اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَO (سورة یوسف آیت نمبر ۲۳)

اللہ کی پناہ، وہ میرا مالک ہے اس نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا ہے اور ظالم فلاح نہیں پاتے۔

آپ نے غور فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی گناہ سے بچنے کے لئے ''اللہ کی پناہ'' تلاش کی اور کہا ''معاذ اللّٰہ''

والدہ مریم کا تعوذ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی والدہ ماجدہ کا نام ''حنہ'' اور والد گرامی کا نام ''عمران'' تھا۔ حضرت عمران حضرت زکریا علیہ السلام کے ہم زلف اور بڑے عبادت گزار و شب زندہ دار بزرگ تھے۔ حضرت عمران کی اہلیہ محترمہ ''حنہ'' بھی اپنے خاوند کی طرح انتہائی عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔ علماء انساب کا

اتفاق ہے کہ عمران اور حنہ کا سلسلہ نسب حضرت داؤد علیہ السلام سے جاملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کہ اس ذات عظیم وبرتر نے ایک عرصے تک اس نیک اور صالح جوڑے کو اولاد کی نعمت عظمیٰ سے محروم رکھا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا اختیار اور اسی کی قدرت ہے کہ وہ جسے چاہے اولاد عطا فرمائے اور جسے چاہے اس میٹھے میوے سے محروم رکھے۔

حضرت عمران اور محترمہ حنہ اکثر اوقات خالقِ کائنات کے حضور اولاد کے لئے دست بدعا رہتے اور اس ذات رحیم وکریم سے اولاد کا تحفہ مانگتے رہتے۔ آخر ان دونوں کی التجائیں مستجاب ہوئیں اور سیدہ حنہ حاملہ ہوگئیں۔ حنہ کو اس احساس اور امید سے از حد خوشی حاصل ہوئی اور انہوں نے دربار الٰہی میں نذر مان لی کہ میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا۔ میں اسے مسجد اقصیٰ کی خدمت اور دین کی نشرواشاعت کے لئے وقف کردوں گی اور اس سے گھر کا کوئی کام نہیں لوں گی۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

"اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

(آل عمران آیت ٣٤)

جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب! جو میرے شکم میں ہے۔ اسے تیرے لئے آزاد کرنے کی نذر مانتی ہوں۔ تو اسے میری طرف سے قبول فرما۔ بے شک تو ہی (دعائیں) سننے والا۔ اور (نیتوں کو) جاننے والا ہے۔

سیدہ حنہ کی شدید خواہش تھی کہ رب العزت انہیں "بیٹا" نصیب فرمائے مگر مدت حمل کے بعد جب ولادت کا مرحلہ آیا تو حنہ کو یہ معلوم کرکے کہ اللہ کریم نے انہیں "لڑکی" عطا فرمائی ہے۔ سخت حیرانی ہوئی۔ لیکن جہاں تک اولاد کا تعلق ہے، حنہ کے لئے یہ لڑکی بھی لڑکے سے کم نہ تھی، مگر انہیں یہ افسوس ضرور ہوا کہ میری نذر پوری نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ لڑکی تو بیت المقدس کی خدمت کا فریضہ کماحقہ سرانجام نہیں دے سکے

گی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے افسوس کو یہ کہہ کر خوشی سے بدل دیا کہ ''ہم نے تمہاری لڑکی کو ہی قبول فرمالیا ہے۔'' قرآن حکیم بیان فرماتا ہے کہ سیدہ مریم کو سیدہ حنہ نے ان الفاظ کے ساتھ بیت المقدس کے لئے وقف کیا کہ اے باری تعالیٰ!

وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ (آل عمران آیت ۳۶)

اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے ''تیری پناہ'' میں دیتی ہوں۔

آپ قرآنی الفاظ پر غور فرمائیں تو یقیناً مسئلہ واضح ہو جائے گا کہ سیدہ حنہ نے بھی ''اللہ کی پناہ'' کے الفاظ استعمال فرماتے ہوئے اپنی صاحبزادی کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔

سیدہ مریم کا تعوذ

قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کا تعوذ بھی ذکر فرمایا ہے کہ جب سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام سیدہ مریم کے گوشہ تنہائی میں انسانی شکل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دینے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ ایک اجنبی شخص کو اس طرح سامنے کھڑا دیکھ کر گھبرا گئیں اور اسے فوراً خدا کا واسطہ دے کر فرمایا۔ اگر تجھے اللہ تعالیٰ کا خوف ہے تو میں تجھ سے ''رحمان کی پناہ'' میں آتی ہوں۔ قرآن حکیم نے حضرت مریم کے کلمات تعوذ کو اپنی آیات میں یوں محفوظ کیا ہے۔

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا۝

(مریم آیت ۱۸)

مریم (علیہا السلام) نے کہا کہ میں تجھ سے اللہ رحمان کی پناہ میں آتی ہوں اگر تو پرہیز گار ہے۔

کفار کے مقابلے میں تعوذ

امام الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی میں مشرکین کا رویہ بڑا عجیب وغریب تھا، وہ کسی معقول وجہ کے بغیر ہی آپ ﷺ سے بحث وتکرار کرتے اور آپ کا وقت ضائع کرتے تھے اور اچھے بھلے سمجھدار اور فہمیدہ افراد بھی بلاوجہ بات کو طول دیتے اور بے جا اعتراض کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان کی اندرونی کیفیت اور دلوں کی اصل الجھن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اے میرے رسول (ﷺ)! ان کے قبول حق میں اصل رکاوٹ اقتدار کی ہوس اور سرداری کی خواہش ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے اسلام کی دعوت کو قبول کرلیا۔ آنحضرت ﷺ کو پیشوا، رہنما اور مقتدا مان لیا تو ہمیں اپنی چودھراہٹ سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ اور یہ ان کے نزدیک گھاٹے کا سودا اور نقصان دہ بات تھی۔ کفار کی نکتہ چینی اور حجت بازی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان کی فضول باتوں پر دھیان ہی نہ دیا کریں۔ بلکہ ان کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے ''اپنے رب کی پناہ طلب کیا کریں'' کیونکہ جسے وہ اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لے دنیا کی کوئی طاقت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ قرآنی الفاظ اور ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (مؤمن آیت ۵۶)

بے شک جو لوگ بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ ان کے سینوں میں صرف بڑائی کی ایک ہوس ہے جسے وہ پا نہیں سکیں گے۔ تو آپ ''اللہ کی پناہ طلب کیجئے'' بے شک وہی سننے والا اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

امام الانبیاء ﷺ کو حکم

مدینہ منورہ کے ایک یہودی لبید بن اعصم نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جادو کر دیا تھا۔ جس کے معمولی اثرات بھی آپ ﷺ نے محسوس فرمائے تھے۔ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ، اے اللہ کے رسول! ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہوا ہے اور وہ جادو فلاں کنویں میں ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر اسے منگوا لیا۔ وہ ایک کنگھی کے دندانوں اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سوئیاں چبھوئی گئی تھیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بحکم الٰہی آپ کو قرآن حکیم کی آخری دو سورتیں یعنی سورۃ فلق اور سورۃ الناس پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ جنہیں ''معوذتین'' کہا جاتا ہے۔ ان دونوں سورتوں کی آیات کی تعداد گیارہ ہے۔ آپ ﷺ ایک ایک آیت پڑھتے چلے جاتے تھے اور گرہ کھلتی جاتی اور سوئی نکلتی جاتی تھی۔ جب ان دونوں سورتوں کی گیارہ آیات کی تلاوت مکمل ہوئی تو گیارہ کی گیارہ گرہیں کھل چکی اور سوئیاں نکل چکی تھیں اور آپ ﷺ اس طرح صحیح ہو گئے۔ جس طرح کوئی شخص جکڑ بندی سے آزاد ہو جائے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الطب)

جادو کا یہ موثر علاج بھی اللہ تعالیٰ نے ''تعوذ'' ہی کی شکل میں نازل فرمایا۔

اللہ رب العزت نے رسول محترم ﷺ کو تعوذ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ (الفلق: ١ تا ٥)

(اے رسول ﷺ) کہہ دیجیے۔ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس کی پیدا کردہ ہر چیز کی برائی سے۔ اور اندھیری رات

کی برائی سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے۔ اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والیوں کی برائی سے اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○ (الناس: ۱ تا ۵)

(اے پیغمبر ﷺ) کہہ دیجیے میں انسانوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔ لوگوں کے مالک (اور) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں آتا ہوں) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے۔ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں سے۔

قرآن حکیم کے اٹھارہویں پارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم ﷺ کو شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ یہ اگرچہ حکم رسول اللہ ﷺ کو ہے مگر درحقیقت امت کو شیطانی وساوس اور ابلیسی حملوں سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ اے میرے رسول (ﷺ)

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ○ (مؤمنون آیت ۹۷،۹۸)

اور کہہ دیجیے اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے آپ کی پناہ طلب کرتا ہوں اور میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ (شیطان) میرے پاس آئیں۔

استعاذہ اور تسمیہ کا باہمی تعلق

استعاذہ کا معنی و مفہوم سمجھ لینے کے بعد یہ امر بدیہی طور پر سامنے آجاتا ہے کہ

انسان چونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیازمندی کے ساتھ سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی بے بسی و بے کسی اور عاجزی و ناتوانی کا اعتراف کرتا ہے۔ شیطانی خصائل ورذائل، طاغوتی فتن وشر اور ابلیس لعین کے بہکاووں سے پناہ مانگ لی ہے۔ اس لئے اب اسے ذات الوہیت کی بے پایاں رحمتوں اور عنایتوں کا مژدہ جانفزا سنا دیا جانا چاہیے۔ اب تو شیطان رجیم سے پناہ مانگنے والے کو رحمٰن و رحیم کا سایۂ عاطفت میسر آ ہی جانا چاہئے۔ اصل مدعا تسمیہ الٰہی کا لباس فاخرہ پہننا ہے۔ لیکن اس سے قبل ضروری ہے کہ انسان اپنے قلب و باطن کو روحانی آلائشوں سے پاک کرنے کے لئے غسل استعاذہ کرلے۔ کیونکہ طہارت کاملہ کے بغیر انسان باری تعالیٰ کے سرچشمہ الوہیت، سرچشمہ رحمانیت اور سرچشمہ رحیمیت سے فیض یاب نہیں ہوسکتا۔

مستزاد یہ کہ بغرض تلاوت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا پڑھنا گویا علوم قرآنی کے بحر بے کنار میں غوطہ زن ہونا تھا۔ چنانچہ بسم اللہ سے قبل استعاذہ کی تعلیم اس لئے دی گئی کہ انسان شیطان کے گمراہ کن حملوں سے بچنے کے لئے ذات حق کی پناہ طلب کرلے تاکہ وہ قرآن کا مطالعہ کرتے ہوئے ''يَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا'' کے زمرے میں شامل ہوسکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ''يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا'' کے فریب آفریں بھنور میں پھنس کر گم گشتہ راہ ہوجائے۔ اس لحاظ سے بیان استعاذہ کی حیثیت درحقیقت مضمون تسمیہ کی ضروری تمہید، حصول ہدایت کی محفوظ سبیل اور احتمال گمراہی کی حفاظتی تدبیر کی تھی، سو وہ پہلے ہوچکی۔ اب اصل مضمون تسمیہ کا آغاز کیا جاتا ہے۔ اگر استعاذہ اور تسمیہ کے تعلق کو ملخصاً سمجھنے کی کوشش کی جائے تو یوں کہا جائے گا کہ:

۱۔ استعاذہ میں عقائد باطلہ اور اعمال سیئہ سے پرہیز تھی۔ بِسْمِ اللّٰهِ میں عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی طرف رجوع ہے۔

۲۔ استعاذہ میں ماسوی اللہ سے لاتعلقی اور علیحدگی کا اعلان تھا، بِسْمِ اللّٰهِ میں توجہ الی اللہ کا باقاعدہ اقدام ہے۔

۳۔ استعاذہ میں ہر قسم کے شر سے حفاظت طلب کی گئی تھی۔ بِسْمِ اللّٰهِ میں

انعامات وعنایات ایزدی کا سوال کیا جارہا ہے۔

۴۔ استعاذہ کے ذریعے باطنی طہارت اور روحانی بالیدگی حاصل کی گئی تھی، بِسْمِ اللّٰہ کے ذریعے قرآنی انوار وتجلیات کے نزول کا آغاز ہورہا ہے۔

۵۔ استعاذہ گمراہی سے بچاؤ تھا۔بِسْمِ اللّٰہ ہدایت کا حصول ہے۔

۶۔ استعاذہ عزمِ سفر تھا،بِسْمِ اللّٰہ حصولِ منزل ہے۔

۷۔ استعاذہ مریض کے لئے مجوزہ پرہیز تھا۔بِسْمِ اللّٰہ اس کا مجوزہ علاج ہے۔

۸۔ استعاذہ رذائلِ اخلاق اور خصائصِ ذمیمہ سے نجات حاصل کرنا تھا۔ بِسْمِ اللّٰہ سے خودکو اوصاف واخلاقِ الٰہیہ سے متصف کرنا ہے۔

۹۔ استعاذہ بغض وعناد سے برأت کا نام تھا۔بِسْمِ اللّٰہ پیکر رحمت ورافت قرار پانے کا نام ہے۔

۱۰۔ استعاذہ خدا کی دوری سے پناہ مانگنے کا نام تھا۔بِسْمِ اللّٰہ اس کے قرب ووصال کی طلب کا نام ہے۔

۱۱۔ استعاذہ اپنی عاجزی کا اعتراف تھا۔بِسْمِ اللّٰہ خدا کی قدرت کا اعتراف ہے۔

۱۲۔ استعاذہ کا آغاز نفس امارہ کے شعور اور اس کی مذمت سے ہوا تھا،بِسْمِ اللّٰہ کا آغاز ''نفس لوامہ وملہمہ'' کے شعور اور ان کی تحسین سے ہوتا ہے۔

۱۳۔ استعاذہ کا ثمرہ ونتیجہ ''نفس مطمئنہ'' تھا۔بِسْمِ اللّٰہ کا ثمرہ ''نفس راضیہ ومرضیہ'' ہے جو فی الحقیقت ''نفس کاملہ'' قرار پایا ہے۔

۱۴۔ استعاذہ میں شخصیت کی اصلاح تھی،بِسْمِ اللّٰہ میں اس کا منتہائے کمال ہے۔

ہم نے اللہ رب العالمین کی توفیق سے تعوذ یعنی ''اللہ کی پناہ'' کے بارے میں قرآن وسنت کی تعلیمات کا خلاصہ مختصراً پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولائے کریم ہم سب کو شیطان کے حملوں،وسوسوں اور شرارتوں سے محفوظ فرمائے۔آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

دوسرا باب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کی

تفسیر و تشریح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تفسیر

كُلّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لم یبدأ فِیهِ بِبِسْمِ اللّٰه فهو ابتر وفی روایة فهو اقطع وفی روایة فهو اجزم

ہر اچھا کام جس کی ابتداء اللہ کے نام کے ساتھ نہ ہو وہ کام دُم بریدہ بے برکت ہوتا ہے یعنی اس کام میں برکت نہیں ہوتی۔

حدیثِ مذکورہ کا مطلب

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جو بھی اچھا کام ہو، خواہ اس کا تعلق دنیا کے ساتھ ہو یا اس کا تعلق دین کے ساتھ ہو اس کی ابتدا میں بسم اللّٰہ پڑھا کرو جیسے مسجد میں داخل ہوتے وقت بسم اللّٰہ اگر آپ تاجر ہیں تو تجارت کی ابتداء بسم اللّٰہ سے، اگر آپ دکاندار ہیں، دکان کھولتے وقت بسم اللّٰہ، اگر آپ طالب علم ہیں تو کتاب پڑھتے وقت بسم اللّٰہ، اگر آپ ڈرائیور ہیں تو گاڑی چلاتے وقت بسم اللہ، اگر کھانا کھانے کا ارادہ ہے بسم اللہ پڑھ کر شروع کیجیے۔ ایک بندہ جب کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا تو وہ خالقِ کائنات کیسے کسی کی محنت کو ضائع کریں گے۔

تفسیر الموسوم بہ فتح العزیز میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ وضو کرتا ہے اگر ابتداء میں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے جب تک وضو کرتا رہے گا فرشتے اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھتے رہیں گے۔ اسی طرح جب گاڑی کو بسم اللّٰہ الخ پڑھ کر چلائیں گے یا سوار ہوں گے تو جب تک اس گاڑی میں سفر کریں گے فرشتے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھتے جائیں گے۔

حدیثِ مذکورہ پر سوال

ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں یہ سوال ہو حدیث میں آتا ہے جس کام کی ابتداء بسم اللہ سے نہ ہو وہ کام ہی نہیں ہوتا، حالانکہ بہت سے کام ایسے ہیں کہ ان کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں پڑھتے اور وہ کام ہو جاتا ہے، وضوء کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں پڑھتے وضو ہو جاتا ہے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ اس کام کا وجود تو بغیر بسم اللہ کے ہوگا لیکن اس پر جو اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے وہ بغیر بسم اللہ کے نہ ہوگا۔ جیسے وضو ہی کو لے لیجیے گا اس کی حیثیتیں ہیں۔ مفتاح الصلوٰۃ یعنی جس سے نماز صحیح ہو، وہ تو بغیر بسم اللہ کے ہی ہوگا لیکن ایک یہ وضو مستقل عبادت ہو اس وضو پر یہ بھی ثواب ملے یہ اس وقت ہوگا جب اس کی ابتداء میں بسم اللہ الخ ہو۔

بسم اللہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انمول قول

حضرت علی رضی اللہ عنہ (جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انا مدینة العلم و علی بابها میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں) فرماتے ہیں جتنے بھی علوم ہیں وہ سب کے سب کتب سماویہ میں موجود ہیں۔ کتب سماویہ کے سب علوم چار آسمانی کتابوں میں (تورات، زبور، انجیل، قرآن) میں ہیں ان چار کتابوں کے علوم قرآن میں ہیں۔ پورے قرآن کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں موجود ہے۔ پوری فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ الخ میں ہے پوری بسم اللہ کا خلاصہ بسم اللہ کی ب میں موجود ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ سب علوم کا خلاصہ بسم اللہ کی ب میں موجود ہے اس مذکورہ قول کی وضاحت یہ ہے سب علوم سے مقصود یہ ہے کہ

بندہ کا وصل (مل) ہو جائے اس ذات سے جس ذات نے اس کو پیدا کیا پیدا کرنے کے بعد سب نعمتوں سے سرفراز کیا اس کو۔ جیسے فرمانِ الٰہی ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا

اگر خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے ہو۔

اور یہ سب نعمتیں اس کو خدا کی ذات نے عطا کی ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ

جو بھی نعمت تمہارے پاس ہے وہ سب کی سب خدا کی طرف سے ہے۔

ایسی ذات سے اس کو وصل ہو جائے۔ بندہ بسبب گناہوں کی نجاستوں اور غلاظتوں کے خدا سے دور ہے۔

عربی زبان میں ب آتی ہے الصاق یعنی ملانے کے لئے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ خدا کی یاد میں اتنا مشغول اور مستغرق ہو جائے کہ اس کو وصل ہو جائے خدا کی ذات سے اور یہ معنی بسم اللّٰہ کی بؔ میں موجود ہے۔ اس بنا پر فرمایا کہ سب علوم کا خلاصہ بسم اللّٰہ کی ب میں ہے۔

بسم اللہ میں انفرادی نکات

نکتہ ۱: علماء نے لکھا ہے کہ بسم اللّٰہ کی ب کو لیا گیا لفظ بِرٌ سے، کے معنی نیکی اور احسان کرنے کے آتے ہیں، جیسے خدا تعالیٰ کا قول ہے: لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ الخ (سورۂ بقرہ)

مطلب اس کا یہ ہوا کہ خداوند نیکی اور احسان کرنے والے ہیں مومنین پر دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں آخرت میں یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں گے ایمان والوں کو:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

بہت سے چہرے قیامت کے دن خدا کا دیدار کرنے والے ہوں گے۔کون سے چہرے ہوں گے،ان سفید چہروں کو دیدار ہوگا۔

ایک مقام میں فرمایا کہ

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ الخ

کتنے منہ اس دن روشن ہیں ہنستے خوشیاں کرتے۔

مذکورہ آیت کی تشریح حدیث کی روشنی میں

شمعِ نبوت کے پروانوں کے سامنے جب یہ آیت آتی ہے یعنی حضراتِ صحابہ کرام کے سامنے جب یہ آیت آتی ہے''بہت سے چہرے خدا تعالیٰ کو دیکھ رہے ہوں گے۔'' ذہن میں سوال کھٹکتا ہے کہ جب دنیا میں کسی مقام پر بہت سا اجتماع اور ازدحام ہوجائے انسان اس کو نہیں دیکھ سکتا کثرت کی وجہ سے۔قیامت کے دن خدا کی سب مخلوق وہاں پر جمع ہوگی یہ سب مخلوق خدا کو کیسے دیکھے گی۔

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے پروانو پریشان مت ہوجایئے،جیسے دنیا میں سورج نکلتا ہے تم سب اس کو دیکھتے ہو بغیر ازدحام بغیر تکلیف، اسی انداز میں قیامت کے دن سب لوگ خدا کا دیدار کریں گے بغیر ازدحام۔مقصد یہ ہے آخرت میں خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر احسان فرمائیں گے اپنے دیدار کے ذریعے سے،اس سے بڑھ کر بڑی چیز یہ ہوگی کہ اپنی رضا عطا فرمائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ورضوان من اللہ اکبر

لوگو! اگر کسی کو خدا کی رضا نصیب ہوجائے تو یہ سب سے بڑی چیز ہے۔

اس مقام پر تفسیر فتح العزیز میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔بعض اصحاب کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا اور وہ بیمار ہوگیا،اس

مؤمن نے کہا ایمان لے آ۔ یہودی نے کہا کس چیز پر اسلام لاؤں اور کیا حاصل ہوگا۔ مؤمن نے کہا دوزخ سے نجات ہوگی، یہودی نے کہا اس کی مجھے پرواہ نہیں میں دوزخ سے نہیں ڈرتا پس مؤمن نے کہا اسلام کی برکت سے خدا تعالیٰ آپ کو جنت میں داخل فرمائیں گے، وہ جنت کہ جس کا نقشہ قرآن نے اس انداز میں کھینچا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ط فِيهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ O وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (محمد، آیت ۱۵)

جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے (سراسر) لذت ہے اور مصفا کی نہریں ہیں (جو حلاوت ہی ہے) اور (وہاں) ان کے لئے ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ O وَحُوْرٌ عِيْنٌ O كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ O جَزَآءً م بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O (سورۂ واقعہ)

اور میوے جس طرح کے ان کو پسند ہوں اور پرندوں کا گوشت جس قسم کا ان کا جی چاہے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جیسے (حفاظت سے) تہ کئے ہوئے (آبدار) موتی، یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔

لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ

(حم السجدہ آیت ۳۱)

اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو

چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہوگی۔

ایسی جنت میں اللہ تعالیٰ آپ کو داخل فرمائیں گے۔ ایسی جنت جس کے بارے میں ارشاد ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ؕ فِيهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ.

یہودی نے کہا کہ میں یہ بھی نہیں چاہتا۔ مؤمن نے کہا کہ پھر تو کیا چاہتا ہے یہودی نے کہا کہ اسلام لاتا ہوں اس شرط پر کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اپنے دیدار والی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمائیں۔ مؤمن نے کہا اسلام لے آیئے خدا تعالیٰ یہ تیرا مطلوب بھی عطا فرمائیں گے۔ یہودی نے کہا اس کو ایک کاغذ پر لکھ دیں ایک کاغذ پر اس کو لکھ دیا پھر وہ یہودی مسلمان ہوا اور مر گیا جن کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا اس نے نمازِ جنازہ پڑھی اور دفن کیا اس کو وہ مؤمن کہتے ہیں میں نے اس کو خواب میں دیکھا خوش وخرم پھر رہا ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اس نے کہا خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ وہ ذات اس انداز میں احسان فرماتے ہیں اس کی رحمت تو بہانے ڈھونڈتی ہے کسی طرح بندہ میرے ساتھ اپنے تعلق کو پیدا کریں میں اس کی مغفرت کردوں۔ (۱) وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو۔ (۲) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے۔

حدیث کی روشنی میں ایک واقعہ

صحیح حدیث میں آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے ایک بدکارہ عورت تھی، پوری عمر اس نے خدا کی نافرمانی، معصیت، بغاوت میں صرف کی۔ ایک دن چلتے راستے میں

دیکھتی ہے ایک کنواں ہے کتا انتہائی پیاسا ہے اپنے منہ کو کنواں میں کئے ہوئے کوشش کرتا ہے لیکن پانی تک رسائی نہیں ہوتی۔ عورت نے ڈول لیا اپنے دوپٹہ کی رسّی بنائی، پانی نکالا پہلے کتے کو پلایا پھر خود پیا، اس فعل پر خدا تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی، اس کی جہنم کو جنت میں بدل دیا، اس کے قیامت کے دن بہنے والے آنسوؤں کو مسکراہٹوں میں بدل دیا۔

دیکھئے اس کی رحمت کس انداز میں بہانے ڈھونڈتی ہے، کس انداز میں احسان فرماتے ہیں اپنی مخلوق پر۔ بسم اللّٰہ کی ب کو بر سے لیا گیا ہے۔

سین پر بحث

بسم اللّٰہ کی سین نکلی ہے صفت سمیع ہے، جیسے قرآن میں ہے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم خدا ہی کی ذات سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ بسم اللہ کی سین اشارہ کرتی ہے اس بات کی طرف کہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک خدا کی جتنی بھی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ سب کی دعاؤں کو سننے والے ہیں۔

ایک واقعہ

اس مقام پر تفسیر فتح العزیز میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ ایک منافق کے ساتھ مکہ سے طائف گئے، جب یہ حضرات ایک بیابان جنگل میں پہنچے تو منافق نے کہا آؤ ذرا آرام کرتے ہیں دونوں جنگل میں داخل ہوئے اور سو گئے۔ پھر منافق نے اٹھ کر حضرت زید کو خوب مضبوطی سے باندھ دیا اور اس بات کا ارادہ کیا کہ ان کو آج قتل کر دیا جائے، نیست و نابود کرنا چاہیے۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کس وجہ سے مجھے قتل کرتا ہے، منافق نے کہا کہ اس وجہ سے کہ تو محمد عربی کو دوست رکھتا ہے اور میں ان کو دشمن رکھتا ہوں۔ حضرت زید نے کہا اے رحمٰن آج میری فریاد کو پہنچ۔ اس پر منافق نے غیب سے ایک آواز سنی ہلاکت ہو تیرے

لئے مت قتل کر اس کو۔ وہ منافق اس جنگل سے نکلا اور دیکھا تو وہاں پر کوئی بھی اس کو نظر نہ آیا پلٹ کر دوبارہ اس منافق نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا پھر قریب آواز سنی کوئی شخص کہتا ہے مت قتل کر اس کو اور ناگاہ ایک سوار ظاہر ہوا اس کے پاس ایک نیزہ تھا اس سوار نے اس منافق خنّاس کو ایک ضرب لگائی اور وہ مر گیا اور اس سوار نے جنگل میں آ کر حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو کھول دیا اور کہا کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ اس پر اس سوار نے اپنا تعارف کرایا کہ میں جبرائیل ہوں جس وقت آپ نے دعا کی میں اس وقت ساتویں آسمان پر تھا خدا تعالیٰ نے حکم دیا اے جبرائیل میرے بندے کی مدد کے لئے پہنچ، دوسری مرتبہ میں آسمانِ دنیا پر آ گیا تھا۔ جب آپ نے تیسری مرتبہ پکارا تو میں منافق کے پاس پہنچ گیا اور اس کا خاتمہ کر دیا۔

دیکھئے خدا اس انداز میں سنتا ہے بندہ زمین پر پکارتا ہے خدا اس کو آسمان پر سنتا ہے اور جبرئیل کو حکم دیتا ہے فوراً پہنچ جائے میرے بندہ کی اعانت کے لئے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:

مجھے پکارو میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔

ایک مقام پر فرمایا:

اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ)

اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں، قبول کرتا ہوں دعا۔ مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے۔

خدا تعالیٰ کتنے قریب ہیں قرآن نے جواب دیا:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (سورۂ ق)

ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ سے زیادہ۔

دوسرا واقعہ

اس مقام پر مولانا رومی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ راستے سے گزرتے ہیں حکم ہوتا ہے اس پتھر پر لاٹھی لگایئے لاٹھی لگاتے ہیں دوسرا پتھر نکل آتا ہے پھر لاٹھی لگاتے ہیں کیڑا ظاہر ہوتا ہے، پھر لاٹھی لگاتے ہیں تو ایک کیڑا ہے اس کے منہ میں سبز پتہ موجود ہے۔ فرمایا لوگو اس پتھر کی گہرائی میں چلنے والے کیڑے کی آواز کی خدا تعالیٰ عرش پر سنتے ہیں۔ بہر حال بسم اللہ کی سین مشتق ہے صفت سمیع سے۔

بسم اللہ کی میم پر بحث

میم سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ملکیت خدا تعالیٰ کی ہے جس کے بارے میں قرآنی ذوق یہ بتلاتا ہے، سُدّی فرماتے ہیں ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں خشک سالی ہوگئی، لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دعا کرنے کی درخواست کی حضرت سلیمان علیہ السلام نکلتے ہیں کیا دیکھتے ہیں ایک چیونٹی اپنے پاؤں پر کھڑی ہے دونوں ہاتھ پھیلا رہی ہے، کہتی ہے:

اللھم انا خلق من خلقک ولاغني عن فضلک

اے پروردگار میں ایک مخلوق ہوں تیری مخلوقات میں سے اور مجھے تیرے فضل سے بے پرواہی نہیں ہے۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے مینہ برسنا شروع ہوگیا۔

لفظ اللہ پر بحث

علامہ فخر الدین رازی المتوفی ۶۱۰ھ نے لکھا ہے:

ان للّٰہ تعالیٰ أربعۃ آلاف اسم، ألف منھا في القرآن

والأخبار الصحيحة وألف منها في التورة وألف منها في الانجيل وألف منها في الزبور ويقال ألف آخر في اللوح المحفوظ ولم يصل ذلك الألف الى عالم البشر

بے شک اللہ تعالیٰ کے چار ہزار نام ہیں ان میں سے ایک ہزار قرآن اور صحیح احادیث میں، اور ایک ہزار اُن میں سے تورات میں، اور ان میں سے ایک ہزار انجیل میں، اور ایک ہزار زبور میں ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اور ایک ہزار لوحِ محفوظ میں ہیں جو کہ یہ عالمِ بشر کو نہیں پہنچے ہیں۔

لفظ اللہ قرآن میں

لفظ اللّٰہ اسماء حسنیٰ میں سب سے زیادہ قرآن میں استعمال ہوا ہے قال المجید الفیروز آبادی، لاشئ من الاسماء يتكرر في القرآن المجيد وفي الجميع الكتب تكرره، یعنی فرماتے ہیں قرآن میں اور تمام آسمانی کتابوں میں جتنی مرتبہ لفظ اللہ استعمال ہوا ہے اور کوئی نام اتنی مرتبہ استعمال نہیں ہوا۔ لفظ اللّٰہ قرآن مجید میں ۲۵۶۰ سے کچھ زیادہ استعمال ہوا۔ اور معجم میں ہے لفظ اللّٰہ قرآن میں مرفوع اور منصوب اور مجرور تینوں طرح آیا ہے۔ مرفوع ۹۸۰ مرتبہ، منصوب ۵۹۲ مرتبہ، مجرور ۱۱۲۵ مرتبہ گویا کل ۲۶۹۷ مرتبہ لفظ اللہ آیا ہے قرآن میں۔

لفظ رحمٰن رحیم

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رحمن و رحیم کے معنی ایک ہیں یہ مترادف الفاظ ہیں ندمان اور ندیم دونوں لفظوں کی طرح۔

بعض نے لکھا ہے کہ رحمن میں مبالغہ زیادہ ہے بنسبت رحیم کے، کیونکہ

قانون یہ ہے کہ جس کلمہ میں الفاظ زیادہ ہوں گے اس میں معنیٰ کی بھی کثرت ہوگی۔
رحمن فقط ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے بولا جاتا ہے رحیم کا اطلاق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوتا ہے جیسے بالمؤمنین رءوف رحیم
رحمن میں جو مبالغہ پایا جاتا ہے وہ اس انداز کا ہے:
(۱) باعتبار کثرت رحمت ایجادی کے ۔
(۲) باعتبار کثرت افراد مرحومین کے
(۳) کیفیت کی زیادتی کے اعتبار سے یعنی بڑی رحمتوں کی طرف اشارہ ہے رحمن
رحمت دنیا کی عالم ہے نیک اور شر دونوں کے لئے اس کی طرف اشارہ ہے لفظ رحمن سے آخرت کی رحمت خاص ہوگی مؤمنین کے لئے اس کی طرف اشارہ ہے لفظ رحیم سے۔

ضحاک رحمہ اللہ کا قول

ضحاک مشتق ہے ضحک سے، اس کے معنی ہنسنے کے آتے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے غالباً یہ تین سال اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے، جب پیدا ہوئے تو مسکرا رہے تھے، اس وجہ سے ان کا نام ضحاک ہوگیا۔ بہرحال ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الرحمن سے اشارہ اس بات کی طرف کہ خدا کی رحمت کا ظہور ہوتا ہے آسمان والوں پر الرحیم سے اشارہ ہے اس کی رحمت کا نزول ہوتا ہے زمین والوں پر۔

حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ کا قول

رحمٰن وہ ہے جو اس سے سوال کریں اس کو پورا کرے۔ رحیم اس کو کہتے ہیں جو اس سے کچھ طلب نہ کریں ناخوش ہو اور غصہ میں آجائے۔

بعض کا قول

بعض علماء نے فرق اس طرح بیان کیا ہے کہ دنیا و آخرت میں طرح طرح کی

نعمتیں یہ رحمت رحمانی ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا... وَمَابِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ.

آفات کا، مصائب کا، بلیات کا دور کرنا یہ سب رحمت رحیمی ہے۔

رحمٰن کا لفظ شامل ہے بڑی بڑی نعمتوں، اصول کلیات والی نعمتوں کو اور رحیم کا لفظ شامل ہے حقیر اور چھوٹی چھوٹی نعمتوں کی طرف۔

لفظ رحمٰن کے بعد رحیم کا لانا یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اے انسان میرے دربار سے ادنیٰ سے ادنیٰ چیز مانگتے ہوئے شرم دامنگیر نہ ہو اور بے دھڑک ہو کر اللہ سے سوال کرلے یہاں تک کہ جوتی کا تسمہ تک مانگنا ہو تو خدا تعالیٰ سے مانگے اس بنا پر یہ لفظ لائے۔

بعض نے کہا کہ رحمٰن سے اشارہ کرنا ہے ان نعمتوں کی طرف جن کے دینے سے بندہ عاجز ہو جیسا کہ زندگی، بینائی وغیرہ کا عطا کرنا رحیم سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ بندوں سے حاصل ہونا بھی ممکن ہے جیسے مرض کی تشخیص معالجہ کرنا دوائی سے، امورِ معاش کے ذریعہ سے کسی کی نفرت کرنا۔ ان کی طرف اشارہ ہے لفظ رحیمی سے، بس گویا کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں بندے! میں رحمٰن ہوں نطفہ گندہ تو میرے حوالہ کرتا ہے میں اس کو آدمی خوش قالب اور خوبصورت بنا کر تیرے حوالہ کرتا ہوں جس کو قرآن پاک نے بیان کیا ہے:

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ (المرسلات آیت ۲۰)

کیا ہم نے نہیں بنایا تم کو ایک بے قدر پانی سے۔

مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝ (النجم آیت ٤٦)

ایک بوند سے جب ٹپکائی جائے۔

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ (القیامۃ آیت ۳۷)

بھلا وہ نہ تھا ایک بوند منی کی جو ٹپکی۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً. (المؤمنون)

پھر بنایا اُس بوند سے لہو جما ہوا پھر بنائی اس لہو جمے ہوئے سے
گوشت کی بوٹی۔

آخر میں جا کر کہا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ

بطور احسان کے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:

خَلَقَكُمْ فَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ الخ (التغابن آیت ۳)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ (التین)

اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے لفظ رحمٰن سے۔ اور اے انسان! تُو تو تخم خشک بوسیدہ میرے حوالہ کرتا ہے اور میں اس کو درخت مع شاخ، پتوں اور پھلوں کے تجھے عطا کرتا ہوں یہ سب میرا احسان ہے، اسی چیز کو قرآن نے سورۂ واقعہ میں بیان فرمایا ہے:

ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ ءَ اَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِــُٔوْنَ ۝ (الواقعة)

کیا تم اس کو کرتے ہو کھیتی یا ہم ہیں کھیتی کر دینے والے۔ کیا تم نے پیدا کیا اُس کا درخت یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔

چرواہے کی اپنے رب سے راز و نیاز

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا: اے کریم! اے اللہ! تو کہاں ہے میں تیرا خادم ہو جاؤں؟ اور تیرے موزے سیا کروں، تیرے سر میں کنگھی کیا کروں، تو بتلا دے کہ تو کہاں ہے تاکہ میں تیری خوب خدمت کروں، تیرے کپڑے سیا کروں اور ان میں بخیہ کیا کروں، تیرے کپڑے دھویا کروں، تیرے بالوں کی اور کپڑوں کی جوئیں مارا کروں، اور تیری خدمت میں دودھ حاضر کیا کروں، اور اگر اتفاقاً آپ کو کوئی مرض لاحق ہو تو میں

رشتہ داروں، عزیزوں کی طرح آپ کی تیمارداری کروں، آپ کے ہاتھ چوموں اور پاؤں دباؤں، جب آپ کے سونے کا وقت ہو تو آپ کی خواب گاہ کو کوڑے کرکٹ سے صاف کیا کروں، اے خدا میری جان اور میرے بال بچے اور میرا گھر بار تجھ پر قربان، اگر مجھے تیرا گھر معلوم ہو جائے تو صبح وشام دونوں وقت تیرے لئے دودھ اور گھی لایا کروں، اور تیرے لئے پنیر اور روغنی روٹیاں اور دہی کی مٹکیاں تیار کروں اور صبح وشام دونوں وقت تیری خدمت میں حاضر کیا کروں۔ بس میرا کام لانا ہو اور تیرے کام کھانا، اے اللہ! میری بکریاں تجھ پر قربان، اور اے وہ ذات جس کی یاد میں میرا یہ حسرت وافسوس اور آہ وزاری ہے اگر تو مجھے مل جائے تو میں سارے کام کروں......

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عتاب

غرض وہ چرواہا اسی قسم کی بیہودہ گفتگو کر رہا تھا، یہ گفتگو سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ارے چرواہے تو یہ خطاب کس کو کر رہا ہے؟ اس نے کہا اُس کو جس نے ہم سب کو پیدا کیا اور جس سے آسمان وزمین کا ظہور ہوا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو احمق ہو گیا کہ ایسی باتیں کرتا ہے؟ ایسی باتوں سے تو مسلمان تو کیا ہوتا الٹا کافر ہو گیا، یہ کیا بکواس ہے؟ اور یہ کیسا کفر اور لغویات ہے؟ خبردار ایسی باتیں ہرگز منہ سے مت نکال، اگر یوں چپ نہیں رہا جاتا تو منہ میں روئی ٹھونس لے، تیرے کفر کی بدبو نے سارے عالم کو گندہ کر دیا، اور تیرے کفر نے دین کے ریشمی لباس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ موزہ اور جوتا تو تیرے لائق ہے بھلا اللہ تعالیٰ کے لئے کب یہ درست ہے کہ موزہ اور جوتا پہنے! اگر تو ان باتوں سے اپنا منہ بند نہ کرے گا تو آسمان سے آگ آئے گی اور مخلوق کو جلا کر راکھ کر دی گی، اور خدا کے قہر اور ناراضگی کی معنوی آگ تو آ بھی چکی ہے، تیرے منہ سے جو یہ الفاظ نکل رہے ہیں اسی خدا کی ناراضگی کی آگ کا اثر ہے، جو تیرے باطن پر نازل ہو چکی ہے اور اسی وجہ سے تیرے جان ودل سیاہ ہو چکے ہیں۔

اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے تو اس کی شان میں یہ بیہودہ گوئی اور گستاخی تو نے کیسے بارو کرلی؟ سچ ہے کہ "نادان کی دوستی بھی دشمنی ہے" ارے یاد رکھ حق سبحانہ و تعالیٰ کو اس قسم کی خدمات کی ضرورت نہیں، تو یہ باتیں کس سے کہہ رہا ہے، کیا اپنے چچا سے یا اپنے ماموں سے کہہ رہا ہے؟ اور خدا تیرے ماموں اور چچا کی طرح ہے؟ بھلا خدائے پاک کی صفات میں جسم ہونے یا محتاج ہونے کا کیا دخل؟ دودھ تو وہ پیتا ہے جو ابھی ناقص ہو اور اسے نشوونما کی ضرورت ہو۔ موزہ وہ پہنتا ہے جسے پاؤں کی ضرورت ہو اور خدا کے لئے یہ سب باتیں محال ہیں تو اس سے یہ گفتگو کیسی؟

اور اگر تو خدا کے خاص بندوں کے بارے میں یہ الفاظ کہے تو ان کی شان میں بھی یہ الفاظ مناسب نہیں چہ جائے کہ خدا کی شان؟ (مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ایک ہی لفظ کسی کے لئے تعریف کا لفظ دوسرے کسی اور کے لئے تعریف کے بجائے تکلیف کا سبب بن جاتا ہے مثلاً تم کسی عورت کو کہو کہ تم تو فاطمہ ہو یعنی صفات اور خوبیوں میں سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح ہو تو یہ اس عورت کی تعریف ہوگی لیکن یہی لفظ اگر کسی مرد کو کہہ دو کہ تم تو فاطمہ ہو تو اس کو ایسا لگے گا کہ جیسے تم نے اس کے سینہ میں نیزہ مار دیا، حالانکہ عورت اور مرد میں اتنی زیادہ دوری بھی نہیں، دونوں ایک ہی جنس ہیں یعنی دونوں انسان ہیں لیکن وہی ایک لفظ عورت کی تعریف بن گیا، مرد کے لئے تکلیف دہ، اور خدا اور بندہ میں تو کوئی مناسبت ہی نہیں، ہاتھ پاؤں ہمارے لئے تو کمال کی بات ہیں اور ہمارے جسم کی خوبی ہیں، ہمارے لئے راحت اور آسائش کا ذریعہ ہیں لیکن حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات ان سب چیزوں سے پاک ہے اس کے لئے ہاتھ اور پاؤں وغیرہ انتہائی عیب کی بات ہے اس کے لئے تو لم یلد ولم یولد زیبا ہے، یعنی نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، ہر والد اور مولود اسی کا پیدا کردہ ہے، ولادت کسی جسم کی ہو سکتی ہے خدائے پاک جسم سے پاک ہے وہ خود والد یا مولود کیسے ہو سکتا ہے۔

چرواہے کو ہوش آنا اور آنکھیں کھلنا

اس چرواہے نے عرض کیا یا حضرت! آپ نے تو میرا منہ ہی بند کر دیا، شرمندگی اور ندامت سے میری جان جلا دی، اب میں بہت شرمندہ ہوں کہ میں نے اس قسم کے گستاخانہ الفاظ کیوں استعمال کیے، اور اب میں کوئی ایک بیہودہ لفظ بھی زبان سے نہیں نکالوں گا، یہ کہہ کر اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور ایک گرم آہ لی اور جنگل کی طرف نکل گیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی طرف حق تعالیٰ کی وحی

موسیٰ علیہ السلام کے پاس حق سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ سے وحی آئی کہ آپ نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کیوں کر دیا، آپ کا کام تو یہ ہے کہ آپ بندوں اور حق سبحانہٗ کے درمیان تعلق پیدا کریں نہ یہ کہ جو تعلق پیدا ہو چکا ہے اس کو منقطع کریں، اب ہم آپ کو متنبہ کرتے ہیں کہ آئندہ کبھی ایسی بات نہ کیجئے گا جس سے ہمارے اور بندوں کے درمیان جدائی ہو کیونکہ میاں اور بیوی کے درمیان (بھی جب کسی طرح نباہ نہ ہو سکے تو اس صورت میں) جدائی بھی ہمیں پسند نہیں لیکن (اس صورت میں بھی) مصلحت سے ہم نے اس کو جائز رکھا ہے، پس ہم بندوں کی جدائی کو کیونکر گوارہ کریں گے، جب آپ نے اس کو نصیحت فرمائی تھی تو آپ کو خیال کرنا چاہئے تھا کہ ہم نے ہر ایک کی حالت مختلف بنائی ہے اور ہر ایک کو ایک خاص اصطلاح (اور خاص طریقہ) عطا فرمایا ہے (جس طریقہ سے وہ ہم سے راز و نیاز کرتا ہے) اور (وہ اصطلاح اور) وہ طریقہ ایک کے لئے تو مفید ہوتا ہے، دوسرے کے لئے مضر۔ یہ گفتگو اس چرواہے کے حق میں شہد تھی اور آپ کے حق میں زہر۔ اس کے حق میں نور تھی، آپ کے حق میں نار، اس کے حق میں گل تھی آپ کے حق میں خار، اس کے حق میں نیک تھی آپ کے حق میں بد (مقصود یہ کہ اس کے حق میں نافع تھی آپ کے حق میں مضر)۔

ہماری شان

اور تمہارا یہ بھلائی اور تعریف کرنا اور ہماری حمد وثناء کرنا اصل میں تمہارے ہی اعتبار سے ہے اور اس کا فائدہ بھی خود تم کو ہے، رہے ہم...... سو ہماری تو یہ شان ہے کہ ہم تو تمہاری حمد وثناء اور تسبیح وتقدیس اور پاکی بیان کرنے سے بھی پاک اور بلند ہیں اور تمہاری مذمت سے بھی پاک اور بلند ہیں۔ اور میں نے تسبیح وتقدیس اور پاکی بیان کرنے کا حکم جو تمہیں دیا ہے وہ اپنے کسی فائدے کے لئے نہیں بلکہ محض اس لئے دیا ہے کہ تم پر اپنا انعام کروں اور اس تعریف کرنے سے تم خود ہی اچھی صفات سے متصف ہو (اس لئے کہ جو خدا کی حمد وثناء اور تعریف کرے گا وہ خدا کا حمد کرنے والا اور خدا کا شکر گزار بندہ کہلائے گا تو درحقیقت خدا کی تعریف کرنے سے خدا کا کوئی فائدہ نہیں بندہ کا ہی فائدہ ہے) پس ہندی لوگ ہندی زبان میں میری تعریف کرتے ہیں اور وہ ہی ان کے حق میں تعریف ہوتی ہے اور سندھی لوگ سندھی زبان میں میری تعریف کرتے ہیں اور وہ ہی ان کے حق میں تعریف ہوتی ہے۔ میں نہ ہندیوں کی تسبیح وتقدیس سے پاک ہوتا ہوں نہ سندھیوں کی (بلکہ میں تو خود اپنی ذات کے اعتبار سے پاک اور ہر چیز سے بلند وبرتر ہوں) بلکہ وہ لوگ خود ہی اپنے اس تسبیح وتقدیس کرنے کے ذریعہ پاک ہوتے ہیں اور عمدہ صفات ان کو حاصل ہوتی ہیں اور ان کے منہ سے موتی جھڑتے ہیں۔

ہم الفاظ کو نہیں دیکھتے بلکہ دل اور نیت کو دیکھتے ہیں

پس تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم الفاظ کو نہیں دیکھتے بلکہ دل اور نیت کو دیکھتے ہیں کہ کس نیت سے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، ہم باطن اور حال کو دیکھتے ہیں نہ کہ ظاہر اور قال کو، اگر دل میں خشوع ہو (یعنی دل ہمارے سامنے جھکا ہوا ہو) تو ہم اس کو دیکھیں گے اگرچہ گفتگو سے خشوع ظاہر نہ ہوتا ہو، الفاظ پر کب تک نظر کرو گے ہم کو تو یہ مقصود ہی نہیں ہیں بلکہ ہم کو تو دل کا سوز مقصود ہے تم کو سوز سے واقفیت پیدا کرنی

چاہئے اور عشق کی آگ اپنے دل و جان میں جلانی چاہئے اور محض روشن خیالی اور عمدہ الفاظ کو آگ لگا دینی چاہئے لیکن اگر دل کے سوز اور عشق کے ساتھ ساتھ عمدہ الفاظ بھی حاصل ہو جائیں تو نور علیٰ نور ہے۔

عشاق کی حالت

اور جو عشاق ہوتے ہیں وہ عموماً یا تو ناواقف ہوتے ہیں یا مغلوب الحال یعنی اپنے اختیار میں نہیں ہوتے اس لئے وہ ہمارے ہاں معذور شمار ہوتے ہیں ان سے ادب کے الفاظ طلب نہیں کیے جاتے (لیکن یہ خیال رہے کہ عشاق بھی شرعاً اسی وقت معذور سمجھے جائیں گے جب تک وہ اپنے اختیار میں نہ ہوں مغلوب الحال ہوں) تو اُن سے ترک ادب پر گرفت بھی نہیں ہوگی، عاشق تو ہر وقت جلتے رہتے ہیں اور اپنی ہستی اور ہوش و حواس سب کو ہمارے لئے فنا کر چکے ہوتے ہیں، ان کے پاس وہ چیز ہی نہیں جس کی بناء پر ان سے ادب کا مطالبہ کریں یعنی ہوش و حواس ہی درست نہیں، تو ہم ان سے ادب کا کیسے مطالبہ کر سکتے ہیں جیسے ویران جنگل پر ٹیکس نہیں لگتا اس لئے کہ وہاں وہ چیز ہی نہیں جس کی وجہ سے ٹیکس لگے یعنی آبادی، پس ایسے لوگ غلطی کریں تو ان کو غلطی کرنے والا نہیں کہنا چاہئے۔

چرواہے کی تلاش اور ملاقات

غرض جب موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ کا یہ شفقت آمیز عتاب سُنا تو اس چرواہے کو تلاش کرنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑے اور اس کے پاؤں کے نشانات ڈھونڈتے جنگل میں پہنچے (اس لئے کہ عشاق کے چلنے کا ڈھنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے تو پاؤں کے نشانات ڈھونڈنے مشکل نہیں ہوئے) اور بالآخر انہوں نے اس کو پالیا اور یہ خوشخبری سنائی کہ تم کو اجازت ہوگئی ہے کہ تم کو کسی ادب اور قرینے کی ضرورت نہیں، جو کچھ تمہارے جی میں آئے کہو، تم کو حق سبحانہٗ نے جو فاعل مختار ہیں (جو چاہیں کر سکتے ہیں) معافی کا پروانہ دیا ہے لہٰذا بے کھٹکے جو جی میں آئے کہو۔

اس نے عرض کیا جناب والا! اب میری حالت وہ نہیں رہی بلکہ اب مجھے حق سبحانہٗ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے مگر اب میرا دل خون خون ہوگیا ہے اور میں اس میں لتھڑا ہوا ہوں اس لئے اب میں اس کی تعریف کے الفاظ نہیں پاتا بلکہ جو بھی تعریف کروں اپنی ہر تعریف کو اس کے مرتبہ اور اس کی شان سے کمتر پاتا ہوں، میں عروجِ روحانی اس قدر حاصل کر چکا ہوں کہ اس کو محسوس مثال سے ظاہر کرنے کے لئے یوں کہتا ہوں کہ سدرۃ المنتہیٰ سے گزر گیا ہوں، میری پہلی حالت اور اب کی حالت کے درمیان بہت بڑا فرق آگیا ہے، خدا حضور کا بھلا کرے کہ آپ نے ایک ہی چابک مار کر میری روح کے گھوڑے کا رُخ اس طرف پھیرا کہ وہ ایک ہی جست میں آسمانوں سے اوپر پرواز کر گیا، آپ کے دست و بازو کو آفرین ہے کہ آپ کی بدولت یہ مرتبہ حاصل ہوا۔

چند اہم باتیں

یہ قصہ ختم ہوا اب چند باتوں کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ عوام کسی چیز کا غلط مطلب نہ لیں۔

۱۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا فرض منصبی ادا کیا تھا پھر ان پر عتاب کیوں ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اُن کا فرض منصبی مکلّفوں (یعنی ایسے بالغ لوگ جو عقل رکھتے ہوں اُن) کو تبلیغ کرنا تھا اور یہ چرواہا مغلوب الحال تھا گویا عقل نہیں تھی اس لئے احکام شرعیہ کا مکلّف نہیں تھا، اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تھوڑا غور فرماتے تو اس کی حالت منکشف ہو جاتی لیکن انہوں نے اس کی حالت پر غور نہیں فرمایا اس لئے شفقت آمیز تنبیہ فرمائی گئی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ صرف انسان کے باطن کو اور اس کے دل کو دیکھتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہر کو درست کرنے اور شریعت کے مطابق بنانے کی ضرورت

نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی وقت خاص کیفیت میں یا غلبۂ حال میں اگر کسی کا ظاہر درست نہ رہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جس وقت اس حالت میں اور اس کیفیت کا غلبہ نہ ہو اس وقت ظاہر کی اصلاح لازمی ہے کیونکہ ظاہر کو شریعت کے مطابق بنائے بغیر باطن کی اصلاح بھی نہیں ہو سکتی۔

بسم اللہ کے اجتماعی نکات

بسم اللہ میں تین اسماء کے ذکر کرنے کی حکمت

نکتہ ا: خدا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس پر ایک لطیفہ یاد آیا:

ایک دیہاتی تھا وہ آم کے درخت کے نیچے آرام کر رہا تھا دل میں خیال پیدا ہوا کہ یا اللہ آپ کے کام کی حکمتیں ذہن میں نہیں آتیں، اتنا بڑا آم کا درخت اس پر اتنا چھوٹا سا پھل آم اور تربوز اتنا بڑا پھل ہوتا ہے اور اس کی بیل اتنی چھوٹی ہوتی ہے، بس اس تصور میں تھا کہ اچانک اوپر سے پھل آم کا گرا اس کی آنکھ کے قریب لگا ایک دم اٹھ گیا اور کہہ رہا تھا یا اللہ حکمت سمجھ میں آ گئی اگر آج یہاں پر تربوز ہوتا تو آج میرا جنازہ اٹھتا۔ بہر حال اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے اگرچہ ذہن اس کو قبول نہ کرے۔ سوال: خدا کے ایک ہزار تین سو یا پھر ننانوے اسماء تو بالکل صحیح احادیث سے ثابت ہیں ان میں سے ان کی تخصیص کرنے کی کیا علت ہے۔ اس کا جواب علماء نے دیا ہے کہ قرآن میں مخاطب تین طرح کے لوگ ہیں:

(ا) فمنهم ظالم لنفسه (۲) ومنهم مقتصد (۳) ومنهم سابق بالخيرات۔ تو گویا اشارہ ہے اس بات کی طرف ان الله للسابقين الرحمن للمقتصدين، الرحيم للظالمين۔

نکتہ ۲: اللہ کے مفہوم میں معطی العطا عطائیں کرنے والا ہے۔

الرحمٰن اولیاء کی لغزشوں سے تجاوز کرنے والا، الرحیم ظالموں سے تجاوز

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ جہنم میں عذاب دینے والے داروغے بھی ۱۹ ہیں۔ فرمایا ہر اچھے کام کی ابتداء بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم سے کرو۔ ہر حرف کے بدلہ میں خدائے تعالیٰ آپ کو جہنم کے داروغہ سے محفوظ فرمائے گا۔

نکتہ ۸: جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم میں ۱۹ حروف ہیں۔ دن اور رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس امت پر پانچ نمازوں کو فرض قرار دیا ہے اور احادیث میں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے نمازوں سے گناہ ایسے ختم ہوتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درختوں سے پتے گرتے ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انسان نماز پڑھتا ہے مثلاً ظہر کی نماز کی برکت سے فجر سے لے کر ظہر تک سب گناہِ صغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ پانچ نمازوں کی برکت سے گناہِ صغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ پانچ نمازوں کی برکت سے گناہ معاف ہوئے۔ فرمایا کہ انسان ہر اچھے کام کی ابتداء بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم سے کرے اس کی برکت سے ۱۹ گھنٹے کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ پانچ گھنٹے پانچ نمازوں کی وجہ سے۔ گویا چوبیس گھنٹے عبادت میں گزر گئے۔

نکتہ ۹: آپ نے دیکھا ہوگا کہ دنیا کے بادشاہوں کی عادت ہے جب کوئی چیز خریدتے ہیں، اسی پر اپنی مہر لگا دیتے ہیں مقصد یہ ہوتا ہے تاکہ اس مہر کو دیکھ کر کوئی چوری نہ کر سکے، چوروں سے حفاظت ہو۔ فرمایا اے انسان جب تو عبادت کرتا ہے تو شیطان تیرا دشمن ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں متعدد مقامات پر ہے:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

فرمایا جب تو کوئی کام شروع کرے اس پر میرے نام کی مہر لگا۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شروع کر تاکہ شیطان تیرا دشمن اس میں دخل نہ دے سکے۔

نکتہ ۱۰: امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ نے بعض عارفین کا حوالہ دے کر یہ واقعہ لکھا ہے: وہ بکریاں چراتا تھا، بکریوں کے ساتھ بھیڑیے بھی چرتے تھے اور

وہ بکریوں کو کچھ بھی نہیں کہتے۔ ایک آدمی گزرا اور اس نے پکارا اور کہا کہ بکریوں اور بھیڑیوں کا تعلق کب سے ہوا ہے آپس میں، اللہ والے نے کہا جب سے راعی (چرانے والے) کا تعلق اللہ کے ساتھ ہوا اس وقت سے۔ یہاں پر اس واقعہ کا نقل کرنا بھی ضروری ہے کہ جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیش آیا۔ ایک آدمی جنگل میں بکریاں چراتا تھا، ایک بھیڑیے نے بکری کو چیر پھاڑ ڈالا اس نے کہا کہ پتہ چلتا ہے آج امیر المومنین دارِ فانی سے دار البقاء کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو چنا ہے اور زیادہ پسند فرمایا ہے جیسے مخلوق میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ ایام میں سے یوم الجمعہ یعنی جمعہ کے دن کو، مہینوں میں سے رمضان المبارک کے مہینہ کو، ارکان میں سے پانی کو، زمانوں میں سے قرن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، راتوں میں سے لیلۃ القدر کی رات کو، اعمال میں سے فرائض کو، اعداد میں سے ۹۹ کو، گھروں میں سے جنت کو، احوال میں اپنی رضا کو، اذکار میں سے لا الہ الا اللہ کو، کلام میں سے جنت کو، سورتوں میں سے سورۃ یٰسٓ کو، آیتوں میں سے آیۃ الکرسی کو، قصارِ مفصل میں سے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد کو، سواریوں میں سے براق کو، ملائکہ میں سے الرّوح کو، رنگوں میں سے سفید رنگ کو، اعضاءِ انسانی میں سے قلب کو، پتھروں میں سے حجرِ اسود کو، بیتوں میں سے بیت المعمور و بیت اللہ کو، اشجار (درختوں) میں سے سدرہ (بیری) کو عند سدرة المنتهى۔ عورتوں میں سے حضرت مریم و آسیہ علیہا السلام کو، صورتوں میں سے آدمی کی صورت کو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔ خَلَقَكُمْ فَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ، نماز کے احوال میں سے سجدہ کی حالت کو۔

اسی طرح ناموں میں سب سے زیادہ پسندیدہ نام اَللّٰه ہے۔

تلك عشرة كاملة

تیسرا باب

فضائل و برکات بسم اللہ

آغاز بسم اللہ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" قرآن حکیم کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے سورۃ توبہ کے علاوہ باقی تمام سورتوں کی ابتدائی آیت مبارکہ ہے۔ ترجمان قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

كان النبی ﷺ لا يعرف فصل السورة حتى تنزل عليه بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔ (سنن ابی دائود صفحہ نمبر ۱۱۵ جلد ۱ 'کتاب الصلوٰۃ' باب من جهر بها)

نبی معظم ﷺ قرآنی سورتوں کے درمیان علیحدگی اور جدائی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہونے سے پہچانتے تھے۔

یعنی رسول مکرم ﷺ پر قرآنی آیات طیبات کا نزول ہوتا رہتا تھا۔ جب بسم اللہ نازل ہوتی تو آنحضرت ﷺ کو معلوم ہو جاتا کہ پہلی سورت مکمل ہو چکی ہے اور اب نئی سورت کا نزول شروع ہو گیا ہے۔

اس سے آپ بسم اللہ کی عظمت اور شان کا اندازہ فرمائیں کہ قرآن حکیم کی کوئی آیت ایک مرتبہ نازل ہوئی۔ کوئی آیت دو دفعہ نازل ہوئی، کوئی تین دفعہ نازل ہوئی، کوئی دس دفعہ، کوئی بیس دفعہ، مگر بسم اللہ کی عظمت و بزرگی کا یہ عالم ہے کہ یہ آیت مقدسہ اللہ رب العالمین کی طرف سے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات گرامی پر ایک سو چودہ مرتبہ نازل فرمائی گئی۔

واضح رہے کہ سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے مگر سورۃ نحل میں دو دو دفعہ ہے۔ ایک مرتبہ شروع سورۃ میں اور دوسری بار اسی سورت کی آیت نمبر ۳۰ میں۔ لہٰذا اس کی تعداد قرآن کریم کی سورتوں کی تعداد کے برابر ہے۔

بسم اللہ ہر سورت کی ابتدائی آیت ہے۔ خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ

''ایک دن رسول مکرم ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اذ اغفی اغفاءۃ اچانک آپ ﷺ پر غنودگی سی طاری ہوگئی۔ (یہ آنحضرت ﷺ پر وحی کی کیفیت کے وقت ہوتا تھا کہ آپ پر معمولی سی غنودگی یہ چھا جاتی۔ آپ کا سر مبارک تھوڑا سا نیچے کو جھک جاتا اور بوجھ محسوس ہونا شروع ہو جاتا تھا) تھوڑی دیر یہ کیفیت رہی۔ثم رفع راسہ متبسما پھر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے سر اقدس کو اوپر اُٹھایا۔ تو ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول !ما اضحک ؟ (یہاں تو ہنسنے والی کوئی بات نہیں ہوئی) آپ کے لبوں پر مسکراہٹ کیسے پھیل گئی؟ امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انزلت علی ا نفا سورۃ۔ میرے رب کی طرف سے ابھی مجھ پر ایک (ایسی) سورت نازل فرمائی گئی ہے۔ جسے سن کے میں بے اختیار ہنس پڑا ہوں۔ کیونکہ اس سورت میں مجھے ''حوض کوثر'' عطا فرمانے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بصد ادب واحترام عرض کیا۔ حضور! اس عظیم الشان، بابرکت اور آپ کو ہنسا دینے والی سورت مقدسہ کی آیات مبارکات سے ہمیں بھی آگاہ فرمائیے۔ فقرء: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○ تو آنحضرت ﷺ نے بِسْمِ اللّٰهِ سمیت پوری سورۃ کوثر کی تلاوت فرمائی۔

(صحیح مسلم صفحہ ۱۷۲ جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ)

نبی معظم، رسول مکرم، رحمت عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان اقدس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ سورۃ توبہ کے علاوہ قرآن حکیم کی باقی تمام سورتوں کی ابتدائی آیت مبارکہ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' ہے۔

احترام بسم اللہ

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' کا ادب، احترام، تعظیم اور توقیر کرنا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ بلکہ کاغذ کے جس ٹکڑے پر ''بِسْمِ اللّٰه'' تحریر ہو۔ اس

کاغذ کا احترام کرنا بھی لازمی اور ضروری ہے۔ صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قال رسول اللہ ﷺ من رفع قرطاسا من الارض فیه بسم اللہ الرحمن الرحیم اجلا لا للہ ان یداس کتب عندہ من الصدیقین وخفف عن والدیه (تفسیر کبیر صفحه ۸۸ جلد ۱ غنیة الطالبین عربی اردو صفحه ۲۰۱ فصل فی فضل بسم اللہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کاغذ کے بِسْمِ اللّٰہ لکھے ہوئے ٹکڑے کو اس خیال سے اٹھاتا ہے کہ کسی کے پاؤں تلے نہ آجائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام "صدیقین" میں لکھ دیا جاتا ہے اور اگر اس کے والدین فوت ہو چکے ہوں اور عذاب میں مبتلا ہوں تو بیٹے کے اس عمل کی وجہ سے اس کے ماں باپ کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

اللہ کریم ہم سب کو بِسْمِ اللّٰہ اور قرآن حکیم کے لکھے ہوئے کاغذات کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اگر کوئی شخص "بِسْمِ اللّٰہ" لکھے ہوئے کاغذ کا احترام نہ کرے۔ اسے پاؤں تلے روندے یا جان بوجھ کر زمین پر پھینک دے تو ایسے شخص کو امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ملعون قرار دیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرسل حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ مَرَّ عَلٰی کِتَابٍ فِی الْاَرْضِ. نبی مکرم ﷺ زمین پر گرے ہوئے ایک کاغذ کے قریب سے گزرے تو اپنے نوجوان خادم سے فرمایا۔ مَا ھٰذا؟ دیکھو، یہ کاغذ کیسا ہے۔ اس نوجوان نے کاغذ اٹھایا۔ اسے کھولا تو اس میں "بِسْمِ اللّٰہ" لکھی ہوئی تھی۔ خادم نے عرض کیا۔ حضور! اس کاغذ پر تو "بِسْمِ اللّٰہ" لکھی ہوئی ہے۔ فرمایا: لعن اللہ من فعل ھذا۔ جس

شخص نے "بِسْمِ اللّٰه" لکھا ہوا کاغذ زمین پر پھینکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے۔ نیز فرمایا: لا تضعوا اسم اللّٰهِ الا فی مو ضعه۔ تم اللہ تعالیٰ کا نام لکھے ہوئے کاغذ کو احترام کی جگہ رکھا کرو۔

(مراسیل ابی داؤد، صفحه ۲۰ باب الکتاب یلقی فی الطریق)

"بِسْمِ اللّٰه" کا احترام کرنے کے فوائد کے ضمن میں یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور اس واقعہ عجیبہ کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰه کے احترام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں کو معاف فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندے حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "کشف المحجوب" میں ایک ولی کامل حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کی توبہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ بشر نامی ایک نوجوان شراب کا دلدادہ تھا۔ اور ہر عیب، گناہ اور نقص اس میں پایا جاتا تھا۔

"ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بشر شراب خانہ سے مستی کی حالت میں کہیں جا رہا تھا کہ اسے زمین پر گرد و غبار میں اٹا ہوا کاغذ کا ایک ٹکڑا نظر آیا۔ اس نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" (وہ نوجوان اس گرد و غبار والے کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا نام دیکھ کر از حد پریشان ہوا اور دل میں خیال کیا کہ میرے اللہ کے مبارک نام کی کس قدر توہین ہو رہی ہے۔) اس کاغذ کو پاک صاف کیا۔ بڑی تعظیم کے ساتھ اِسے اُٹھایا۔ عطر لگایا اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ ایک بلند اور پاکیزہ جگہ پر رکھ دیا۔

اسی رات جب یہ نوجوان نیند کی آغوش میں گیا تو خواب کی حالت میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز اور خوشخبری سنائی دی:

یا بشر طیبت اسمی فبعزتی لا طیبن اسمک فی الدنیا والاخرة

اے بشر! تو نے میرے نام کو خوشبو لگا کر معطر کیا۔ مجھے اپنی عزت

وجلال کی قسم! میں تیرے نام کو دنیا اور آخرت میں معطر کردوں گا۔

نیند سے بیدار ہو، توبہ کر اور خوشخبری سن کر بِسۡمِ اللّٰہ اور میرے نام کے احترام کی وجہ سے میں نے تیرے پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرمادیا ہے۔ اور میں نے تیرے نام کو ایسا باعزت بنادیا ہے کہ جو بھی تیرا نام سنے گا۔ اپنے دل میں راحت محسوس کرے گا۔ (کشف المحجوب مترجم صفحہ نمبر ۱۵۹ تفسیر قرطبی ۹۱ جلد ۱)

بِسۡمِ اللّٰہ کے احترام، ادب، عزت، توقیر، تکریم اور تعظیم کی برکت سے ربّ تعالیٰ نے ایک شرابی اور گناہ گار کے تمام گناہوں کو معاف کر کے اسے اپنا دوست اور ولی بنادیا اور اس کے نام کو عزت و احترام عطا فرمایا۔

پہلی تحریر

بعض اسلاف سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح و قلم کی تخلیق کے بعد جو سب سے پہلے تحریر لکھوائی وہ "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ" تھی۔ یہ بِسۡمِ اللّٰہ کی فضیلت اور عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ کائنات میں جو سب سے پہلی تحریر وجود میں آئی وہ "بِسۡمِ اللّٰہ" تھی۔ چنانچہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اول ما خلق اللّٰہ اللوح و القلم کہ اللہ کریم نے سب سے پہلے لوح (یعنی لوح محفوظ) اور قلم کو پیدا فرمایا۔ فاول ما کتب علی اللوح "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ" پس اس لوح پر جو چیز سب سے پہلے لکھی گئی۔ وہ "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ" ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ کو اس کے پڑھنے والے کے لئے امن و امان کا باعث بنادیا۔ (غنیۃ الطالبین اردو و عربی صفحہ ۲۰۲)

فرشتوں کا وظیفہ

بِسۡمِ اللّٰہ ایسا بابرکت اور بے مثال وظیفہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ فرشتے ہر وقت اسی کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ کیا خوبصورت سماں ہوگا جب

فرشتوں کی زبان پاک سے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کے الفاظ نکلتے ہوں گے تو ایک عجیب وغریب اور خوش کن منظر پیدا ہوتا ہوگا اور رب السماوات و الارض فرشتوں کے ترانے سے خوش ہو کر انہیں اپنے مزید لطف و کرم سے نوازتا ہوگا۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ هی قراءة اهل سبع سماوات واهل الصفح الاعلی۔ ساکنان ہفت آسمان اور اہالیان ذی مرتبت کا وظیفہ "بِسْمِ اللّٰہ" ہی ہے اور ملائکہ مقربین جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور تعریف و توصیف میں مصروف ہیں۔ وہ بھی "بِسْمِ اللّٰہ" ہی کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین اردو عربی صفحہ ۲۰۲)

شیطان کا رونا

بِسْمِ اللّٰہ کی برکات، فضائل اور اس کے اثرات وثمرات کو سمجھنے کے لئے اس بات کو نوٹ کر لیجئے کہ شیطان لعین کو بِسْمِ اللّٰہ سے بڑی ضد، عداوت اور دشمنی ہے کیونکہ جہاں بِسْمِ اللّٰہ پڑھی جائے گی۔ وہاں برکات کا نزول ہوگا۔ وہاں رحمتیں اتریں گی۔ سکون واطمینان حاصل ہوگا۔ گناہ معاف ہوں گے۔ جہنم سے آزادی کا اعلان ہوگا۔ جنت کے دخول کی بشارت سنائی جائے گی۔ اور یہ ساری چیزیں ابلیس کے لئے تو موت کا پیغام ہیں۔ اس لئے شیطان جب کسی کو بِسْمِ اللّٰہ پڑھتے ہوئے دیکھتا ہے تو روتا، پیٹتا اور چیخیں مارتا ہوا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ اپنے سر پر مٹی ڈالتا اور بِسْمِ اللّٰہ کی برکت والی سرزمین سے دور چلا جاتا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "غنیۃ الطالبین" میں فرمایا ہے کہ ابلیس لعین نے اپنی زندگی میں تین مرتبہ ایسا نوحہ اور ماتم کیا ہے اور شدید رویا اور پیٹا ہے کہ اس طرح کبھی بھی نہیں رویا۔ ابلیس کے رونے کے مقامات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حین لعن واخرج من ملکوت السماء۔ جب ابلیس کو لعنتی قرار دے

کر بارگاہ الٰہی، فرشتوں کی صحبت اور آسمان کی رہائش سے نکال دیا گیا تو وہ ایسا رویا کہ اس جیسا کبھی نہ رویا تھا۔ قرآن حکیم اپنے مقدس الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ جب ابلیس علیہ اللعنۃ نے رب العالمین کے حکم سجدہ سے روگردانی کی اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے حضور جھکنے سے انکار کر دیا تو رب تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی۔

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ وَّإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (ص، آیت ۷۷۔۷۸)

اے ابلیس! یہاں سے نکل جا۔ تو مردود ہے اور قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت پڑتی رہے گی۔

درگاہ ربانی سے راندھا جانے کے بعد شیطان از حد رویا، چیخا، چلایا، پیٹا اور رو رو کر اس نے اپنا برا حال کر لیا۔

۲۔ حین ولد النبی ﷺ جب پیغمبر دو جہاں اور سرور کون و مکاں حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور شیطان لعین کو یقین ہو گیا کہ اب روئے زمین پر توحید کا پرچم لہرائے گا۔ شرک کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور سرور کائنات ﷺ کی ولادت و بعثت کی برکت سے صنم کدہ جہاں اب عبادت رحمان کا منظر پیش کرے گا تو ابلیس یہ تصور کر کے آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن اتنا رویا کہ اس نے رو رو کر برا حال کر لیا۔

۳۔ حین انزلت فاتحة الكتاب لكون بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم۔ اور ابلیس کی زندگی میں تیسرا وہ موقع جب اسے بہت رونا آیا اور وہ اپنی سسکیوں اور چیخوں پر قابو نہ رکھ سکا۔ وہ دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر سورت فاتحہ کو نازل فرمایا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورت فاتحہ میں شیطان کو رلانے والی کون سی چیز ہے؟ جواب آیا۔ لِكَوْنِ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کیونکہ سورت فاتحہ

کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ ہے۔ اس بِسْمِ اللّٰہ کی وجہ سے ابلیس اتنا رویا کہ اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ رکھ سکا۔ کیونکہ اسے بسم اللہ کی برکات' اثرات اور ثمرات کا علم ہو چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ

☆ جسے میں بہکاؤں گا وہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھے گا تو راہ راست پر آجائے گا۔
☆ جسے میں گمراہ کروں گا وہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھے گا تو ہدایت حاصل کرلے گا۔
☆ جس سے میں نافرمانی کراؤں گا وہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھے گا تو فرمانبردار ہو جائے گا۔
☆ جسے مشرک بناؤں گا وہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھے گا تو توحید پرست بن جائے گا۔
☆ جس سے گناہ کراؤں گا وہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھے گا تو بخش دیا جائے گا۔
☆ جس پر اپنا تسلط جماؤں گا وہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھے گا تو میں بھاگ جاؤں گا۔
☆ جسے دوزخ کی طرف لے جاؤنگا وہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھے گا تو جنت کی طرف چلا جائے گا۔
☆ جس کے نامۂ اعمال میں غلطیاں ہی غلطیاں ہوں گی وہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھے گا تو غلطیوں کو مٹا دیا جائے گا۔
☆ جسے بے اطمینان کروں گا وہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھے گا تو مطمئن ہو جائے گا۔
☆ بدامنی پھیلاؤں گا تو بِسْمِ اللّٰہ کی برکت سے امن قائم ہو جائے گا۔

اس لئے ابلیس بِسْمِ اللّٰہ کے نزول کے دن بے حد رویا، پیٹا، چیخا، چلایا اپنے سر میں خاک ڈالی اور اپنے کیے پر پچھتایا۔

اگر آپ شیطان کو رلانا، اسے خود سے دور ہٹانا اور جنت میں جانا چاہتے ہیں تو بِسْمِ اللّٰہ کو حرزِ جان بنایئے اور ہر وقت پڑھتے رہیے۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم"

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم"

حضرت آدم علیہ السلام اور بسم اللہ

بِسۡمِ اللّٰہ ایک ایسی متبرک، مقدس اور عظیم تر آیت کریمہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ صرف نبی آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر سو سے زیادہ بار نازل فرمایا گیا بلکہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کئی جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام اور رسولوں پر بھی اس کا نزول ہوا اور انہیں بھی بِسۡمِ اللّٰہ کی برکات سے مستفید کیا گیا۔ چنانچہ داماد مصطفیٰ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اول ما انز لت هذه الاية على آدم فقال امن ذريتي من العذاب ما دامو ا على قراء تها۔ سب سے پہلے یہ آیت مبارکہ یعنی ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ'' حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی تو انہوں نے فرمایا۔ ''میری اولاد جب تک اس کی قرأت وتلاوت کرتی رہے گی۔ عذاب سے محفوظ رہے گی۔ سبحان اللہ۔ گویا کہ انسانیت کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی تمام ذریت اور اولاد کو عذاب سے محفوظ رہنے کا جو نسخہ اور طریقہ بتلایا۔ وہ ''بِسۡمِ اللّٰہ'' کا وظیفہ ہے۔ جو بِسۡمِ اللّٰہ پڑھتا رہے گا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچتا رہے گا۔ (غنية الطالبين)

حضرت نوح علیہ السلام اور بسم اللہ

آدم ثانی نوح علیہ السلام اور آپ کی اُمت بھی بِسۡمِ اللّٰہ کے اثرات اور ثمرات سے مستفید ہوئی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے قرآنی الفاظ کے مطابق ساڑھے نو سو سال فَلَبِثَ فِيۡهِمۡ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِيۡنَ عَامًا (سورة عنكبوت آيت نمبر ١٤) کا طویل ترین عرصہ اپنی قوم کو مسئلہ توحید سمجھانے، راہ راست پر لانے اور جنت کا راستہ دکھانے کی کوشش کی۔ مگر قوم کے اکثر افراد نے آپ کی نصیحتوں کا کوئی اثر قبول نہ کیا بلکہ وہ آپ علیہ السلام کے مخالف اور دشمن بن گئے۔

مدت مزید گزرنے اور عرصہ دراز تک وعظ وتذکیر کے باوجود ایک اللہ کے پرستاروں اور حضرت نوح علیہ السلام کے فرماں برداروں کی تعداد چالیس یا اسی سے متجاوز نہ ہوئی تو ایک دن حضرت نوح علیہ السلام کا دل بھر آیا اور آپ نے شدید روحانی کوفت کی حالت میں رب العالمین کے حضور قوم کی تباہی و بربادی کے لئے بددعا کر دی۔

قرآن حکیم حضرت نوح علیہ السلام کے مضطربانہ الفاظ یوں نقل فرماتا ہے:

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا

(نوح آیت ۲۶)

حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! ان کافروں میں سے کسی کو زمین پر بستا ہوا نہ چھوڑ۔ (یعنی سب کافروں کو ہلاک کر دے)

اللہ احکم الحاکمین نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اطمینان قلب اور تسلی وتشفی کے لئے وحی نازل فرمائی۔ کہ اے نوح! اپنی قوم کے کفر، شرک اور سرکشی سے آپ پریشان اور غمزدہ نہ ہوں۔ جن کی قسمت میں قبول ایمان کی سعادت لکھی جا چکی تھی۔ وہ ایمان لا چکے ہیں۔ کفار اور نافرمانوں کی مہلت کی گھڑیاں ختم ہونے کے قریب ہیں اور اس ظالم وسرکش قوم کی تباہی و بربادی کا مقررہ وقت آنے ہی والا ہے۔ اے نوح! آپ دیکھیں گے کہ چند دنوں کے بعد اللہ مالک الملک کی طرف سے تباہ کن سیلاب کی شکل میں اس کا عذاب آئے گا۔ اور ان مشرکوں، کافروں، نافرمانوں، سرکشوں اور باغیوں کو ہلاک اور غرق کر کے رکھ دے گا۔ آپ ان چند دنوں میں یہ کام کریں کہ اہل ایمان کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے ہمارے احکام کے مطابق اور ہماری نگرانی میں ایک کشتی تیار کریں اور اپنے فدا کاروں اور اطاعت گزاروں کو آگاہ کر دیں کہ وہ اس بارے میں میرے آئندہ حکم کا انتظار کریں۔ اور ایک بات یاد رکھیں کہ جب میرا عذاب آ جائے اور نافرمان لوگ آپ کی نگاہوں کے سامنے غرق آب ہو رہے ہوں تو آپ ان ظالموں کے بارے میں میرے حضور

بالکل سفارش نہ کریں بلکہ ان کے متعلق مجھ سے کوئی کلام ہی نہ کریں۔

قرآن عزیز اس ساری صورت حال کا نقشہ یوں بیان فرماتا ہے:

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَO وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَO (ھود آیت ۳۶۔۳۷)

اور حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کی قوم میں سے ان لوگوں کے سوا جو ایمان لا چکے ہیں اب مزید لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لئے آپ ان کے افعال سے غمگین نہ ہوں اور ہماری نگرانی میں ہمارے حکم کے مطابق آپ ایک کشتی تیار کریں اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کریں۔ بے شک وہ غرق کر دیئے جائیں گے۔

کشتی نوح اور بسم اللہ

اللہ رب العالمین کے جلیل القدر رسول حضرت نوح علیہ السلام جو ایک طویل عرصہ سے توحید کی تبلیغ و تلقین اور وعظ و تذکیر میں مصروف تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے حکم سے تیشہ اور آری لیکر کشتی بنانے میں مشغول ہو گئے۔ لکڑی لائی جا رہی ہے۔ اسے چیرا جا رہا ہے۔ تختے بنائے جا رہے ہیں اور میخیں لگا کر انہیں جوڑا جا رہا ہے اور کشتی تیار کی جا رہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمان قوم کو تمسخر، استہزا اور مذاق کا ایک نیا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ وہ قریب سے گزرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام پر طرح طرح کے آوازیں کستے، آپ کا مذاق اڑاتے اور طنزیہ انداز میں کہتے۔ اے نوح! کیا نبوت چھوڑ کر ترکھان بن گئے ہو؟۔ اور یہاں تو کوئی دریا اور سمندر نہیں ہے۔ کیا یہ کشتی خشکی میں چلا کریگی۔ حضرت نوح علیہ السلام ان کے طنز اور مذاق کا کوئی جواب نہ دیتے۔

صرف یہی فرماتے کہ اے میری قوم کے نافرمانو! اب تم جی بھر کے مذاق کرلو۔ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ یہ کشتی کیوں بنائی جارہی ہے اور اس کے فوائد ومقاصد کیا ہیں؟

حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کا یہ واقعہ تو خاصا طویل ہے۔ لیکن یہاں آپ کو صرف بِسْمِ اللّٰہ کی برکات سے آگاہ کرنا مقصود ہے۔ اس لئے تمہید کے طور پر اب آیت قرآنی اور اس کا ترجمہ سنیئے تاکہ بات کی حقیقت کو سمجھنے میں کوئی ابہام باقی نہ رہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

يَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ط قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ○ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ○ (ہود آیت ۳۹،۳۸)

اور حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مصروف ہو گئے اور ان کی قوم کے سردار جب بھی ان کے قریب سے گزرتے تو انہیں مذاق کرتے۔ آپ صرف یہ فرماتے کہ اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ایک دن ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ جس طرح تم مذاق اڑاتے ہو۔ پس تم جان لوگے کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر آتا ہے اور کس پر ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب اترتا ہے۔

آخر وہ موعود آ گیا جب آسمان سے پانی برسنے لگا۔ زمین سے بھی پانی باہر نکل آیا اور وہ تنور جن سے آگ کے شعلے بلند ہوا کرتے تھے اب ان سے پانی کے فوارے پھوٹنے شروع ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ ہر جنس کے ایک ایک جوڑے کو، عام اہل ایمان کو اور اپنے گھر کے ایمانداروں کو "بِسْمِ اللّٰہ" پڑھ کر کشتی میں سوار کرلیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ کشتی سے باہر کے تمام لوگوں کو تباہ و برباد اور غرق کر دیا جائے گا اور "بِسْمِ اللّٰہ" کی برکت سے کشتی اور اس کے سواروں کو اس تباہ کن

سیلاب سے بچا لیا جائے گا۔

قرآن حکیم حضرت نوح علیہ السلام کی زبان پاک سے بِسْمِ اللّٰہ کے وظیفے کا ذکر ان الفاظ سے فرماتا ہے:

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَاؕ اِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (هود، آیت ۴۱)

اور حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اس (کشتی) میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور لنگر انداز ہونا صرف اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہے بے شک میرا رب بہت بخشنے والا از حد رحم فرمانے والا ہے۔

کیا آپ نے غور فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اس موقع پر بھی کیسے خوبصورت انداز میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا سبق دیا ہے کہ ہمارے سفر کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام یعنی بِسْمِ اللّٰہ سے ہو رہی ہے اور اس کی انتہا بھی اسی کے فضل وکرم سے ہوگی۔

نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا میری امت کشتی میں سوار ہوتے وقت اگر یہ دعا پڑھ لے تو اسے غرق ہونے سے امان مل جائے گی، دعا کے الفاظ سنیے، بِسْمِ اللّٰہ کی برکت سمجھئے اور اسے یاد کرنے کی کوشش فرمایئے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ○ وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسماوات مطویات بیمینہ سبحانہ وتعالٰی عما یشرکون ○ بسم اللّٰہ مجرٖھا ومرسھا ان ربی لغفور رحیم ○ (تفسیر قرطبی صفحہ ۳۷ جزء ۹)

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمان ورحیم ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا

حق ہے اور قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی
اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے وہ ان
کے شرک سے پاک اور اعلیٰ ہے۔ اس کا چلنا اور لنگر انداز ہونا اللہ
تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہے بے شک میرا رب غفور والرحیم ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بسم اللہ

جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام اور کام سے تو آپ واقف ہی ہیں کہ جب نمرود اور اس کی قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کا مقابلہ نہ کر سکے تو ظلم وتشدد پر اتر آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مٹانے، راستے سے ہٹانے اور آگ میں جلانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ تقریباً ایک ماہ تک ایک وسیع وعریض میدان میں آگ جلائی گئی۔ اور قوم نے ایندھن کی فراہمی میں پورے مذہبی جوش وخروش کا مظاہرہ کیا۔ جب آگ کے شعلے خوب بھڑک اُٹھے اور اس کی تمازت کی حالت یہ ہوگئی کہ آگ کے اوپر سے گزرنے والے پرندے بھن کر اس آگ میں گرنے لگے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا اعلان کیا گیا۔ مگر مشکل یہ پیش آئی کہ اس شدید آگ کے قریب جا کر کون ابراہیم علیہ السلام کو اس میں دھکا دے۔ اس کی حرارت تو اتنی تیز کہ کوئی شخص ذرا فاصلے پر کھڑا ہونے کو تیار نہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے کے لئے منجنیق میں رکھا گیا تو عالم بالا میں کہرام برپا ہوگیا۔ اللہ! اس بھری دنیا میں ایک ابراہیم علیہ السلام ہی تو تیرا نام لیوا ہے اور اسے یوں برہنہ کر کے۔ باندھ کر اور انتہائی بے دردی سے آگ میں پھینکا جا رہا ہے۔ مولائے کریم! اگر اس توحید کے علمبردار سے جہان خالی ہوگیا تو روئے زمین پر تیرا نام کون لے گا؟۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو اجازت مل گئی کہ جاؤ اگر تم ابراہیم کی مدد کر سکتے ہو تو کر لو۔ بارش کا فرشتہ حاضر خدمت ہوا۔ عرض کیا حکم ہو تو موسلا دھار بارش

برسا کر آگ کو ٹھنڈا کر دوں۔ آپ نے کمال بے نیازی سے فرمایا اگر میرا رب مجھے آگ میں پھینکوا کے راضی ہے تو میں آگ میں جل کے راضی ہوں، ہوا اور آندھی کا فرشتہ حاضر ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام! ارشاد ہو تو تیز ہوا کے ذریعے اس آگ کا رخ آپ کے دشمنوں کی طرف کر دوں۔ فرمایا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں، سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ ابراہیم! میرے لائق کوئی حکم۔ جواب آیا مجھے تیری اعانت کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام عرض کرتے ہیں خلیل اللہ! اپنے رب کے حضور بچاؤ کی دعا تو مانگ کے دیکھو۔ پیکر تسلیم و رضا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: حسبی من سوالی علمه بحالی۔ جب وہ میرے حال کو جانتا ہے تو مجھے عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یعنی اگر وہ مجھے بچانا چاہے تو کوئی جلا نہیں سکتا اور اگر وہ جلانے پر آجائے تو جبرئیل! تیرے سمیت مجھے کوئی بچا نہیں سکتا۔

قارئین کرام غور فرمایئے، انبیاء کے سردار اور ایک اللہ کے پرستار حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برہنہ کر کے آگ میں پھینکنے کے لیے منجنیق میں بٹھا دیا جاتا ہے تو عرش بریں سے آواز ہوتی ہے: میرے خلیل! میں ایک مختصر سا وظیفہ بتانے لگا ہوں اس وظیفہ کو زبان پر لانا تیرا کام ہے اور نار کو گلزار بنانا میرا کام ہے۔ وہ وظیفہ کیا ہے: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم'' چنانچہ جب ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں بٹھا کر آپ کو آگ میں پھینکنے کے لئے اسے گھمایا گیا تو بے ساختہ آپ کی زبان پر یہ وظیفہ جاری ہو گیا۔ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم''

اسی بِسْمِ اللّٰه کی برکت سے خالق کائنات نے آگ کو بالمشافہ حکم دیا:

يَانَارُ كُونِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ. (انبیاء، آیت ۶۹)

اے آگ، ابراہیم علیہ السلام کیلئے ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی و راحت بن جا۔

آگ نے عرض کیا ہو گا مولا! میرا کام تو جلانا ہے۔ جواب آیا ہو گا کہ اے آگ تیرے جلانے کی طاقت کو آج میں نے بچانے کی صلاحیت میں تبدیل فرما دیا۔

اللہ رب العالمین اگر چاہتے تو تیز ہوا چلا کر اس آگ کو کہیں دور لے جا سکتے تھے بلکہ جلانے والوں پر پلٹا بھی سکتے تھے۔ وہ اگر چاہتا تو بارش کے ذریعے اسے بجھا بھی سکتا تھا مگر بِسۡمِ اللّٰہ کی برکات کو دیکھئے۔ رب کائنات نے اس کی برکت اور تاثیر سے دھکتی ہوئی نار کو گلزار اور بہار میں تبدیل فرما دیا اور کسی واسطے اور ذریعے کے بغیر آگ سے خطاب میں فرمایا:

قُلْنَا یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ

ہم نے کہا اے آگ! ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بسم اللہ

بسم اللہ ایسی بابرکت آیت ہے کہ اسے پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہر مقام پر کامیاب و کامران فرمایا۔ اور ان کے مخالفین اور دشمنوں کو ذلیل و خوار، رسوا اور ناکام و نامراد کیا۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کے لئے بڑے ماہر اور استاد جادوگروں کو اکٹھا کیا تھا۔ ساحران فرعون اپنے تمام ساز و سامان سمیت میدان میں موجود تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ فرعون اور اس کے وزراء خوبصورت کرسیوں پر براجمان تھے۔ عام مصری لوگ تماشا دیکھنے کے لئے جمع تھے۔ ایک طرف صرف موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہما السلام اور دوسری طرف فرعون، اس کے حواری، ماہر جادوگر اور بے پناہ عوام ہیں۔ اچانک جادوگروں کی آواز فضا میں گونجتی ہے:

یٰمُوۡسٰۤی اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِیَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّکُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰی ○

(طٰہٰ، آیت ۶۵)

اے موسیٰ کیا آپ پہلے پھینکیں گے یا ہم ہی پہلے پھینکنے والے

ہو جائیں۔
یعنی اے موسیٰ! کیا ہم اپنے کمالات کا مظاہرہ پہلے کریں یا آپ پہل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا اس لئے آپ نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ کہ پہل کون کرتا ہے بلکہ کمال بے اعتنائی سے فرمایا: بَلْ اَلْقُوْا۔ بلکہ تم ہی پہلے پھینکو۔ ان جادوگروں نے اپنے تمام ساحرانہ کمالات کا مظاہرہ کیا اور اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینکیں اور جادو کے اثر سے وہ زمین پر ادھر اُدھر دوڑتی ہوئی دکھائی دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ حیران کن منظر دیکھ کر لمحہ بھر کے لئے خوف زدہ ہوئے تو تائید ربانی نے فوراً سہارا دیا اور آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا: لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی۔ (اے موسیٰ) ڈرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یقیناً تم ہی غالب رہو گے اور کامیابی حاصل کرو گے۔
اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اپنا عصاء مبارک زمین پر پھینکنے کا حکم دیا گیا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دائیں ہاتھ میں اپنا عصاء مبارک پکڑا اور زمین پر پھینکنے سے پہلے پڑھنا شروع کیا ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر پھینکا تو وہ فوراً خوفناک اژدہے کی شکل اختیار کر گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ان سانپ دکھائی دینے والی رسیوں کو نگلنا شروع کر دیا۔ اس اژدہے کی شکل اور کاروائی دیکھ کر فرعون، اس کے حواریوں اور جادوگروں پر دہشت طاری ہو گئی۔ اور حق کے ایک ہی وار نے باطل کے سارا غرور خاک میں ملا دیا اور یہ صورت حال دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ جو کارنامہ موسیٰ علیہ السلام نے سرانجام دیا ہے وہ جادو کی نظر بندی نہیں بلکہ قدرت الٰہی کی جلوہ نمائی ہے۔ حق و صداقت کے یقین کامل نے انہیں موسیٰ کے اللہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایسا فداکار بنا دیا کہ انہوں نے نتائج و عواقب سے بے نیاز ہو کر فوراً موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا اور مجمع عام میں اعلان کر دیا کہ اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی (طٰہٰ، آیت ۷۰) لوگو! (گواہ رہنا کہ) ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے

آئے ہے۔ اور ہم نے دین موسوی کو شرح صدر سے قبول کرلیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظیم الشان کامیابی، فرعون کی ذلت آمیز شکست اور جادوگروں کے قبول ایمان نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دیگر کامرانیوں کو "بِسْمِ اللّٰہ" کی برکات اور بِسْمِ اللّٰہ کے ثمرات قرار دیتے ہوئے حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاُنْزِلَتْ عَلٰی مُوْسٰی فِی الصُّحُفِ فِیْهَا قَهَرَ فِرْعَوْنَ وَسَحَرَتَهٗ وَهَامَانَ وَ جُنُوْدَه وَ قَارُوْنَ وَ اَتْبَاعَه

(غنیۃ الطالبین ص ۲۰۲)

پس یہ بِسْمِ اللّٰہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کے صحیفوں میں نازل فرمائی اور انہیں اس کے پڑھنے کی برکت سے فرعون اور اس کے جادوگروں، ہامان اور اس کے لشکروں اور قارون اور اس کے فرمانبرداروں پر غلبہ عطا ہوا اور ہر میدان میں فتح نصیب ہوئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور بسم اللہ

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عنفوان شباب سے ہی اصابت رائے، ذکاوت اور دانائی جیسی عظیم نعمتوں سے نواز رکھا تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبر اور اپنے زمانے کے حکمران اور بادشاہ تھے۔ اور رب العالمین کی قدرت اور حکمت ہے کہ آپ خود بھی پیغمبر اور بادشاہ تھے اور آپ کے والد محترم حضرت داؤد علیہ السلام بھی پیغمبر اور بادشاہ تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جن امتیازی انعامات سے نواز رکھا تھا۔ ان میں پرندوں کی بولیاں سمجھنا، ہواؤں پر حکم چلانا، حضرت داؤد علیہ السلام کی علمی، نبوی اور حکومتی وراثت کا جانشین ہونا اور انسانوں کے علاوہ جنات اور حیوانات پر آپ کی حکمرانی ہونا خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ قرآن حکیم نے آپ کی سیرت و کردار اور

ان کی زندگی کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے ''بِسْمِ اللّٰہ'' کے ساتھ آپ علیہ السلام کے خصوصی تعلق کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بیک وقت انسانوں، حیوانوں اور پرندوں کے حکمران تھے۔ اور آپ کے وفادار، جان نثار اور فدا کار لشکر میں پرندوں کا ایک دستہ بھی شامل ہوا کرتا تھا اور آپ ایک بیدار مغز، نظم وضبط کے پابند اور مدبر سپہ سالار کی حیثیت سے اپنے لشکر کی کڑی نگرانی کیا کرتے تھے چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن پرندوں کا جائزہ لیا تو ایک پرندے ہُد ہُد کو غیر حاضر پا کر اعلان کر دیا کہ اگر ہُد ہُد نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول اور اطمینان بخش وجہ بیان نہ کی تو اسے فوجی نظم ونسق کی خلاف ورزی کی سخت سزا دی جائے گی اور ہوسکتا ہے کہ اس کہ جرم عظیم کی پاداش میں اسے ذبح ہی کر دیا جائے۔ ہاں اگر اس ہدہد کے پاس غیر حاضری کی کوئی مناسب دلیل اور معقول وجہ ہوئی تو اسے معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ الفاظ قرآنی اور ترجمہ پر غور فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ○ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاۡ اَذْبَحَنَّهٗ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ○ (النمل، آیت ۲۰۔۲۱)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمانے لگے کہ کیا وجہ ہے آج مجھے ہدہد نظر نہیں آ رہا کیا وہ غیر حاضر ہی ہے۔ میں تو اسے (غیر حاضری کی) سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح ہی کر ڈالوں گا۔ یا وہ میرے پاس (اپنی غیر حاضری کی) کوئی صریح دلیل لائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہد کے بارے میں شاہی فرمان جاری کئے ہوئے ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ہدہد حاضر خدمت ہوگیا اور باز پرس کے جواب میں اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر اور ہمارے

بادشاہ! اصل صورت حال یہ ہے کہ میں اپنے حال میں محو پرواز تھا کہ اچانک یمن کے علاوہ ''سبا'' میں داخل ہوگیا۔ وہاں میں نے دو عجیب وغریب چیزیں دیکھیں جس کی تفصیلات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور میری غیر حاضری کی وجہ بھی یہی ہے کہ مجھے ان کے اعمال وافعال پر تعجب ہوا اور حقیقت حال سے پوری طرح آگاہی کے لئے میرا وہاں کچھ زیادہ ہی وقت صرف ہوگیا اور جو باتیں میں آپ کو بتانے والا ہوں وہ حتمی اور یقینی ہیں جبکہ اس سے پہلے آپ کو ان کے بارے میں کوئی خبر اور اطلاع نہیں ہے۔

پہلی تعجب انگیز اور حیران کن بات تو یہ ہے کہ وہاں ایک ''عورت حکمران'' ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ عورت کی حکمرانی پرندوں کے لئے بھی حیرانی اور تعجب کا باعث ہے۔ بالفاظ دیگر زنانہ حکومت کو پرندے اور جانور بھی پسند نہیں کرتے اور اس امر پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ عورت مردوں پر حکمرانی کر رہی ہے۔

تعجب اور حیرانی کی دوسری بات یہ ہے کہ اس علاقے کے لوگ اللہ رب العالمین کو سجدہ کرنے کی بجائے سورج کو سجدہ کرتے اور آفتاب کی عبادت کرتے ہیں۔ قرآن حکیم ہدہد کے الفاظ نقل فرماتا ہے:

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ○ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ○ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(النمل، آیت ۲۲ تا ۲۴)

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی (کہ ہدہد آگیا) تو کہنے لگا کہ میں ایک ایسی اطلاع لے کر آیا ہوں جس کی آپ کو کوئی خبر نہیں اور میں ملک سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو ان پر حکمرانی کرتے ہوئے پایا اور اسے ہر چیز میسر

ہے اور اس کا عظیم تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ
کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی یہ باتیں سن کر فرمایا کہ ہم اس واقعہ کی پوری تحقیق کریں گے چنانچہ آپ نے سبا کی ملکہ بلقیس کے نام ایک خط لکھا۔ اس خط کے ابتدائی الفاظ ہمارے موضوع کا حصہ ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو حکم دیا کہ میرا مکتوب لے جا کر اس ملکہ کو پہنچا دے اور خط دیتے ہی واپس نہ لوٹ آنا بلکہ الگ کھڑے ہو کر اس کا ردعمل بھی معلوم کرنا اور پھر مجھے صورت حال سے آگاہ کرنا۔

قرآنی الفاظ ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِىْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا
يَرْجِعُوْنَ O (النمل، آیت ۲۸)

میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف یعنی ان کے پاس
پہنچا دے۔ پھر ان سے ہٹ (کر کھڑا ہو) جا۔ پس دیکھ کہ وہ کیا
مشورہ کرتے ہیں۔

چنانچہ ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب گرامی لے کر دوبارہ ملک سبا میں پہنچتا ہے ملکہ بلقیس اپنے درباریوں کے ساتھ بیٹھی مملکت کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی، ایک اجلاس جاری تھا، اس کی صدارت فرما رہی تھیں۔ وزراء، مشیر اور افسران پورے انہماک سے اس کا صدارتی خطاب سن رہے تھے کہ اچانک ہدہد نے اس کے سر پر پھڑ پھڑانا شروع کر دیا ملکہ نے سر اوپر اٹھایا تو ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط اس کی گود میں پھینک دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ملکہ اپنے محل کے خلوت کدہ میں آرام فرما تھی کہ روشن دان کے ذریعے ہدہد اندر داخل ہوا اور انتہائی رازداری اور چپکے سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط اس کے سینہ پر رکھ دیا۔

غرض یہ کہ ملکہ سبا بلقیس نے جب وہ سلیمانی خط پڑھا تو اس کے پُر زور الفاظ، ایجاز و اختصار اور پُر جلال انداز کو دیکھ کر لرز گئی۔ فوراً امراء وزراء اور رؤسائے مملکت کو

جمع کیا گیا، مجلس مشاورت کا ہنگامی اجلاس طلب ہوا اور بغیر کسی تمہید کے ملکہ نے وہ خط نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا، کانپتے ہوئے ہاتھوں اور لرزتی ہوئی زبان سے یوں گویا ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ○

اے سرداران قوم! میری طرف ایک عزت وتکریم والا خط پہنچایا گیا ہے۔

اور اس میں لکھا یہ ہے:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ○ (النمل، آیت ۲۹ تا ۳۱)

یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے کہ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ جو رحمٰن (اور) رحیم ہے۔ تم لوگ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار بن کر میرے پاس چلے آؤ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ہدہد و بلقیس کا پورا واقعہ لکھنے کا وقت بھی نہیں اور ہم یہاں اختصار کی صورت میں صرف ''بِسْمِ اللّٰهِ'' کی بات عرض کر رہے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دست اطہر سے لکھی ہوئی اسی ''بِسْمِ اللّٰهِ'' کی برکت تھی کہ کچھ عرصہ بعد ملکہ سبا مطیع وفرمان بردار بن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کا عظیم الشان تخت بھی آپ کے قدموں میں آ گیا اور اس کی سلطنت کے تمام لوگ مسلمان ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی بن گئے۔ یہ ساری برکت ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کی ہے کیونکہ ابتداء اسی سے ہوئی:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بسم اللہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان مقدس سے بِسْمِ اللّٰهِ کے فوائد کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر اور رسول

برحق ہیں۔ آپ کی ولادت ،کفالت ،نبوت ، رسالت ، بچپن، جوانی، شباب اور ارتفاع الی السماء اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو عظیم معجزات، آیات اور نشانات عطا فرمار کھے تھے۔ ان میں سے ایک "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" تھی۔ جب یہ آیت مبارکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی تو آپ بے حد مسرور ہوئے۔ آپ نے اپنے امتیوں اور حواریوں کو اس کے نزول کی بشارت اور خوشخبری سنائی۔ اللہ احکم الحاکمین نے بذریعہ وحی آپ علیہ السلام کو مطلع فرمایا کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ "آیت امان" یعنی امن و سلامتی والی آیت ہے لہٰذا اٹھتے ، بیٹھتے، سوتے ، جاگتے، چلتے ، پھرتے ، چڑھتے ،اترتے ،آتے جاتے غرض ہر وقت اس کی تلاوت کیا کریں کیونکہ:

مَنۡ وَّا فَا یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ وَفِیۡ صَحِیۡفَتِہٖ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمَ ثَمَانَ مِائَۃَ مَرَّۃٍ وَّکَانَ مُؤۡمِنًا بِیۡ وَبِرَبُوۡبِیَّتِیۡ اَعۡتَقۡتُہٗ مِنَ النَّارِ وَاَدۡخَلۡتُہُ الۡجَنَّۃَ .(غنیۃ الطالبین عربی اردو صفحہ ۲۰۳)

قیامت کے دن جس شخص کے نامۂ اعمال میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کا آٹھ سو مرتبہ پڑھنا لکھا ہوا پایا گیا اور اس کا مجھ پر اور میری ربوبیت پر ایمان ہوا۔ تو میں اسے آگ کے عذاب سے آزاد کر کے جنت کا داخلہ نصیب فرمادونگا۔

آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر یقین پختہ کیا جائے۔ نیک اعمال کا ذخیرہ کیا جائے اور کثرت سے بِسۡمِ اللّٰہِ کا وظیفہ پڑھا جائے۔ اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فضائل بسم اللہ

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ

☆ بسم اللہ .... آیتِ شفاء ہے

☆ بسم اللہ .... ذکرِ خدا ہے

☆ بسم اللہ .... عاجزوں کی پشت پناہ ہے

☆ بسم اللہ .... اہل توحید کے لئے نجات کی راہ ہے

☆ بسم اللہ .... اہل اشتیاق کا سرور ہے

☆ بسم اللہ .... اہل محبت کے لئے نور ہے

☆ بسم اللہ .... آگ سے نجات ہے

☆ بسم اللہ .... سراپا نور ہے

☆ بسم اللہ .... آغاز سب امور ہے

☆ بسم اللہ .... غیر اللہ سے استغناء ہے

☆ بسم اللہ .... عارفوں کا تاج ہے

☆ بسم اللہ .... اصلاح کا چراغ ہے۔

☆ بسم اللہ .... برکت ہی برکت ہے

☆ بسم اللہ .... عزت ہی عزت ہے

☆ بسم اللہ .... پڑھنے والے کے گناہ معاف

☆ بسم اللہ .... پڑھنے والے کا رزق شفاف

☆ بسم اللہ .... پڑھنے والا کامیاب وکامران

☆ بسم اللہ .... پڑھنے والا عظیم سے عظیم الشان

☆ بسم اللہ .... پڑھنے والا مطیع مصطفیٰ ﷺ

☆ بسم اللہ .... پڑھنے والا بندۂ خدا

☆ بسم اللہ .... رب کی عطاء

☆ بسم اللہ .... بیماری سے شفاء

☆ بسم اللہ .... قبر کا سرور

☆ بسم اللہ .... نور ہی نور

☆ بسم اللہ .... ذکر خدا

☆ بسم اللہ .... عذاب سے نجات

☆ بسم اللہ .... قبر کی روشن رات

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہمیں بِسْمِ اللّٰہ کے فضائل اور حقائق سمجھنے کے بعد اسے کثرت سے ورد زبان بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناتمام کام

ہر اچھے اور نیک کام کی ابتدا ''بِسْمِ اللّٰہ'' سے کرنا خیر و برکت اور نیکی و سعادت کا باعث ہے اور کسی عمل کا آغاز ''بِسْمِ اللّٰہ'' سے نہ کرنا اس کام کو بے برکت، ناکام اور ناتمام بنانے کے مترادف ہے جیسا کہ مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَءُ فِیْهِ بِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ

(الدر المنثور صفحہ ۱۰، جلد ۱)

ہر اہم اور اچھا کام جس کی ابتداء ''بِسْمِ اللّٰہ'' سے نہ کی جائے۔ وہ بے برکت اور ناتمام ہی رہتا ہے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ہم تو ہر روز اپنے اکثر معمولات بغیر بِسْمِ اللّٰہ ہی سرانجام دیتے ہیں۔ مگر اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرتے ہیں اور ہمیں تو کوئی بے برکتی اور ناکامی نظر نہیں آتی۔ ممکن ہے بِسْمِ اللّٰہ کے بغیر کئے جانیوالے ہمارے کام بظاہر ہمیں مکمل اور تمام نظر آرہے ہوں جبکہ انجام کار وہ ہمارے لئے بے برکتی اور نقصان کا باعث ہی ہوتے ہوں اور بالفرض اگر ناتمام اور نامکمل نہ بھی ہوں تو کم از کم روحانی برکت اور اجر و ثواب کے لئے ہر کام کے آغاز میں پڑھنا چاہیے۔ ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ''۔

برکت ہی برکت

جس طرح کسی کام کے آغاز میں بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھنا اسے بے برکت، منحوس اور نا تمام بنا دیتا ہے۔ اسی طرح جس کام کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لی جائے اس کام میں برکت ہی برکت ہو جاتی ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین وظیفہ ہے اسے جہاں بھی پڑھا جائے وہاں خیر و برکت اور رب کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کام کو بعافیت پایۂ تکمیل تک پہنچا دیتا ہے۔ صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

''جب پہلی دفعہ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' کا نزول ہوا تو هَرِبَ الْغَيْمُ اِلَى الْمَشْرِقِ۔ بادل مشرق کی جانب بھاگ گئے، وَسَكَنَتِ الرِّيْحُ۔ ہوا ساکن ہوگئی، وَهَاجَ الْبَحْرُ۔ سمندر ٹھہر گئے، وَاَصْغَتِ الْبَهَائِمُ بِاٰذَانِهَا۔ جانوروں نے اس طرف کان لگا دیئے، وَرُجِمَتِ الشَّيَاطِيْنُ مِنَ السَّمَاءِ۔ شیطانوں پر آسمان سے آگ برسنے لگی، وَحَلَفَ اللّٰهُ بِعِزَّتِهٖ وَجَلَالِهٖ اَنْ لَّا يُسَمّٰى شَيْءٌ اِلَّا بَارَكَ فِيْهِ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر فرمایا: جس چیز پر ''بِسْمِ اللّٰه'' پڑھی جائے گی۔ میں اس میں ضرور برکت عطا فرماؤں گا۔ (تفسیر الدر المنثور صفحہ ۹ جلد ۱، فتح القدیر ۱۸ جلد ۱)

بِسْمِ اللّٰہ الفاظ و معانی کا ایک بے کنار سمندر ہے جس میں آپ جتنا غور و فکر کرتے جائیں گے، علم و عرفان اور معرفت حق کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے اور بقول امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ:

> ''اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید تمام سابقہ کتب سماوی کے علوم و فنون کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اور تمام قرآنی احکام کا نچوڑ اور خلاصہ ''سورۃ فاتحہ'' ہے اور سورت فاتحہ کی تلخیص اور نچوڑ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہے''

''بِسْمِ اللّٰہ'' ایسی بابرکت آیت اور پُرعظمت وظیفہ ہے کہ جب کوئی استاد اپنے شاگرد کو بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کا حکم دیتا ہے اور وہ شاگرد اپنے استاد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بِسْمِ اللّٰہ پڑھتا ہے تو بِسْمِ اللّٰہ کی برکت سے اسے پڑھانے والے، پڑھنے والے اور دونوں کے ماں باپ کے لئے جہنم سے آزادی کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ امام دیلمی رحمہ اللہ نے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

اِنَّ الْمُعَلِّمَ اِذَا قَالَ لِلصَّبِیِّ قُلْ " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ " فَقَالَ کُتِبَ لِلْمُعَلِّمِ وَلِلصَّبِیِّ وَلِاَ بَوَیْہِ بَرَاءَۃ مِّنَ النَّار (تفسیر الدر المنثور صفحہ ۹ جلد ۱)

بے شک استاذ جب بچے کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے کو کہتا ہے پس وہ پڑھتا ہے تو استاد، بچے اور ان دونوں کے والدین کے لئے آگ کے عذاب سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔

یہ تو بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے اور پڑھانے کی برکت اور فضیلت تھی۔ اب بِسْمِ اللّٰہ کے لکھنے کی برکت اور اس کے ثواب کا مختصر تذکرہ بھی سماعت فرمایئے اور دلوں کو "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کے نور سے منور کرنے کی کوشش فرمایئے۔ خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ کَتَبَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. مُجَوَّدَۃً تَعْظِیْمًا لِلّٰہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہ (الدر المنثور صفحہ ۱۰ جلد ۱ سندہ ضعیف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص تعظیم الٰہی کیلئے ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کو خوشخط اور عمدہ طریقے سے لکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

چھہتر ہزار نیکیاں

"بِسْمِ اللّٰہ" کا پڑھنا کارِ ثواب "بِسْمِ اللّٰہ" کا لکھنا ذریعہ نجات اور "بِسْمِ اللّٰہ" کا وظیفہ باعث برکات ہے۔اس کی تلاوت کے اجروثواب کا ذکر کرتے ہوئے مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَرَءَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ حَرْفٍ اَرْبَعَةَ آلَافِ حَسَنَةٌ وَمَحَاعَنْہُ اَرْبَعَةَ آلَافِ سَیِّئَةٌ وَرَفَعَ لَہٗ اَرْبَعَةَ آلَافِ دَرَجَةٌ

(تفسیر فتح القدیر صفحہ ۱۹ جلد ۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بِسْمِ اللّٰہ کے ہر حروف کے بدلے میں اس کے نامۂ اعمال میں چار ہزار نیکیاں درج فرمادیتا ہے اور اس کے چار ہزار گناہ معاف فرمادیتا ہے اور اس کے چار ہزار درجات بلند فرمادیتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہ کی تلاوت کے ثواب اور اجر پر غور فرمائیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ پوری بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے والے کو چار ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔چار ہزار گناہ معاف ہوتے اور چار ہزار درجات بلند ہوتے ہیں بلکہ فرمایا کہ بِسْمِ اللّٰہ کے ہر حرف کے بدلے میں اس کے قاری کو یہ مرتبہ اور مقام نصیب ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایسا عظیم بابرکت اور مہتم بالشان وظیفہ ہے کہ جس مقام پر اسے پڑھا جائے وہاں کے پہاڑ، درخت، زمین اور دوسری اشیاء بھی ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، مزکیہ فقیہہ، محدثہ معلمہ، مبلغہ فرماتی ہیں کہ

لَمَّا نَزَلَتْ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ضَجَّتِ الْجِبَالُ

حَتّٰی سَمِعَ اَهْلُ مَكَّةَ دَوِيَّهَا فَقَالُوْا سَحَرَ مُحَمَّدٌ الْجِبَالَ. فَبَعَثَ اللّٰهُ دُخَانًا حَتّٰی اَظَلَّ عَلٰی اَهْلِ مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَءَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مُوْقِنًا سَبَّحَتْ مَعَهُ الْجِبَالُ اِلَّا اَنَّهُ لَا يَسْمَعُ ذَالِكَ مِنْهَا. (تفسیر فتح القدیر صفحہ ۱۹ جلد ۱)

جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا نزول ہوا تو پہاڑوں نے زور سے (بِسْمِ اللّٰہ کی) آواز نکالی۔ یہاں تک کہ پہاڑوں کی اس آواز کو اہل مکہ نے بھی سنا تو انہوں نے (اسے بِسْمِ اللّٰہ کی برکت اور نبی اکرم ﷺ کا معجزہ قرار دینے کی بجائے یہ) کہا کہ محمد ﷺ نے پہاڑوں پر جادو کر دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر ایک دھواں بھیجا جس نے تمام اہل مکہ کو گھیرے میں لے لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یقین کامل کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتا ہے تو اس کے ساتھ پہاڑ بھی رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ مگر وہ ان پہاڑوں کی آواز نہیں سن سکتا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے سے کام میں برکت، رزق میں وسعت، معاملات میں آسانی، مشکلات سے نجات، پریشانیوں سے چھٹکارا، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رب العزت کی قربت نصیب ہوتی ہے اور بِسْمِ اللّٰہ کا وظیفہ کرنے والا مسلمان، اللہ رب العالمین کے اس قدر قریب ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ قرب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نبی مکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی اور اول مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ذکر فرماتے ہیں کہ

اِنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ سَئَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ هُوَ اِسْمٌ مِّنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ وَمَا بَيْنَهُ

وَبَيْنَ اسْمَ اللّٰهِ الْاَكْبَرِ اِلَّا مَا بَيْنَ سَوَادِ الْعَيْنِ وَبَيَاضِهَا مِنَ الْقُرْبِ. (تفسیر فتح القدیر صفحہ۱۸، جلد۱)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نبی محترم ﷺ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بارے میں دریافت کیا تو رسول معظم ﷺ نے فرمایا کہ بِسْمِ اللّٰہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ (خوبصورت ناموں) میں سے ایک نام ہے اور اس کے (پڑھنے والے) اور اللہ تعالیٰ کے بڑے نام کے درمیان اتنا (نہ ہونے کے برابر) ہی فاصلہ ہوتا ہے جتنا آنکھ کی سیاہی اور سفیدی کے درمیان ہوتا ہے۔

یعنی جس طرح آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا اسی طرح بِسْمِ اللّٰہ کے قاری اور رب تعالیٰ کے تعلق کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا۔ بِسْمِ اللّٰہ کا وظیفہ کرنے والا اپنے منہ سے کلمات بعد میں ادا کرتا ہے اس کا رب اس کی دعا کو پہلے ہی درجہ قبولیت عطا فرما دیتا ہے۔

نزولِ بسم اللہ کا تاریخی پس منظر

☆ سب سے پہلے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام پر بِسْمِ اللّٰہ شریف کا نزول ہوا جب سیدنا آدم علیہ السلام کی نسل نامناسب اور اوچھی حرکتوں پر اُتر آئی تو یہ آیتِ امان ان کے سینوں سے اٹھالی گئی اور زبانوں سے چھین لی گئی۔

☆ پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ آسمانی نعمت عطا فرمائی گئی۔ وقت آنے پر نعمت دوبارہ واپس لے لی گئی۔

☆ پھر موقعہ آنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے دور میں عطا کی گئی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد قوم میں بگاڑ پیدا ہوا تو بِسْمِ اللّٰہ شریف پھر اٹھالی گئی۔

☆ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا کہ محرابِ داؤدی میں تمام لوگوں کو حاضر ہونے کا حکم دو اور انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ آیتِ امان نازل فرمانے والا ہے اس لیے سب جمع ہو جاؤ۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہدِ ہمایوں میں پھر یہ آیتِ امان بڑی شان وشوکت، اہتمام واحترام کے ساتھ اتاری گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا:
اُٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے، اترتے چڑھتے، غرض ہر حالت میں
اس کی تلاوت کرو اور اسے اپنا وردو وظیفہ بنالو۔
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب آپ کی قوم بگڑ گئی اور دینِ حق سے منحرف ہوگئی تو ان سے بھی یہ دولت سلب کر لی گئی۔

☆ جب حضور نبی کریم ﷺ کو نبوت ملی تو سعادت مند لوگ اُمڈ کر آپ کے گرد جمع ہو گئے اور اس کلام سے اپنی روحوں کو منور کرنے لگے جو جبریل علیہ السلام کی وساطت سے نازل ہوا۔

ایک روز جبریل امین آخری دو سورتیں یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس لے کر نازل ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: دو سورتوں کے درمیان فصل اور فرق کرنے کے لیے کوئی خاص علامت ہونی چاہیے۔ جبریل امین فوراً دربارِ خداوندی میں پہنچے ارشاد ہوا اب وہ وقت آ گیا ہے کہ عرش کی دولت فرش کو اور آسمان کی عظیم ترین نعمت محبوب مکرم ﷺ کو عطا کر دی جائے۔ نزولِ بِسْمِ اللّٰه کا پُر جلال انداز میں اہتمام والتزام کرو۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حکمِ خداوندی کے مطابق ستر ہزار فرشتوں کا جلوس اپنے ساتھ لیا اور بڑی سج دھج اور شان وشوکت کے ساتھ زمین کی طرف روانہ ہوئے۔ فرشتے اعلان کر رہے تھے کہ طَرِّقُوْا طَرِّقُوْا راستہ چھوڑ دو۔ راستہ چھوڑ دو اور باادب باملاحظہ ہوشیار کھڑے ہو جاؤ کیونکہ بِسْمِ اللّٰه کا خزانہ زمین کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔

شیطان نزولِ بِسْمِ اللّٰہ کا یہ جلال اور شاندار منظر دیکھ کر چیخ اٹھا اس سے یہ اعزاز و اکرام دیکھا نہ گیا۔ حسد و کدورت سے جل بھن گیا اور غم و اضطراب کے باعث سینہ پیٹنے اور سر پٹخنے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا بِسْمِ اللّٰہ کی برکت، بندوں کو روحانی امراض سے نجات دے گی اور رب کا قرب عطا کرے گی۔ اس کے ورد سے گناہ معاف ہوں گے اور روحوں کو جلا نصیب ہوگی۔ اس لئے درد و کرب سے اس کی کمر ٹوٹ گئی۔

بسم اللہ کے متعلق فرمانِ نبوی ﷺ

كُلُّ اَمْرٍ ذِی بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ وَاَبْتَرُ

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر اہم کام جو بِسْمِ اللّٰہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت اور ادھورا رہتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا کہ

گھر کا دروازہ بند کرو تو بِسْمِ اللّٰہ کہو۔ چراغ گل کرو تو بسم اللہ کہو۔ برتن ڈھکو تو بِسْمِ اللّٰہ کہو۔

کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اُترنے کے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کی ہدایت قرآن و حدیث میں بار بار آئی ہے۔ (قرطبی)

بسم اللہ کے فوائد

پہلا فائدہ

جو شخص اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لے تو اس میں شیطان شریک نہ ہوگا اور اگر اس صحبت سے حمل قائم ہو جائے تو اس حمل کا بچہ اپنی زندگی میں جس قدر سانس لے گا اس قدر اس کے باپ کے اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

دوسرا فائدہ

جو شخص کسی جانور پر سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہ اور الحمد للّٰہ پڑھ لے تو اس جانور کے ہر قدم پر اس سوار کے حق میں ایک نیکی لکھی جائے گی اسی طرح جو شخص کشتی میں سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہ اور الحمد للّٰہ پڑھ لے جب تک وہ اس میں سوار رہے گا اس کے واسطے نیکیاں لکھی جائیں گی۔

تیسرا فائدہ

بسم اللہ ہر زہر کا تریاق

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیمار ہو گئے لاڈلے پیغمبر نے بارگاہِ خداوندی میں اپنی کیفیت بیان کی ارشاد ہوا فلاں بوٹی کھالو آرام آجائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جنگل سے وہ بوٹی توڑ کر کھالی آرام آ گیا کچھ عرصہ بعد پھر آپ کو وہی بیماری لاحق ہوئی آپ سیدھے جنگل میں گئے اور وہی بوٹی توڑ کر کھالی مگر افاقہ ہونے کی بجائے مرض نے اور شدت اختیار کر لی آپ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا اللہ! پہلی مرتبہ اس دوا سے شفا حاصل ہوئی تھی لیکن اس دفعہ مرض اور بڑھ گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ:

> ”پہلی مرتبہ تم ہماری طرف سے بوٹی کی طرف گئے تھے اس لیے شفاء حاصل ہوگئی دوسری مرتبہ تم خود ہی اس کی طرف چلے گئے اس لیے بیماری شدید ہوگئی کیا تم نہیں جانتے ساری دنیا زہرِ قاتل ہے اور اس کا تریاق صرف ہمارا نام ہے“۔

(تفسیرِ رازی، ص ۸۶)

چوتھا فائدہ

تمام بدن پاک ہو جاتا ہے

جس نے بِسْمِ اللّٰہ شریف پڑھے بغیر وضو کیا اس کے صرف وہی اعضا پاک ہوں گے جو اس نے دھوئے اور جس نے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر وضو کیا اس کا تمام بدن پاک ہو جائے گا۔ (تفسیرِ کبیر، ص ۸۸)

پانچواں فائدہ

کھانے میں شیطانی تصرف سے بچاؤ کا ذریعہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور اکرم ﷺ نے بتایا!

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اِنْ لَا یُذْکَرُ اِسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

اگر بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھی جائے تو شیطان اس کھانے کو اپنے لئے حلال سمجھ لیتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُم فَنَسِیَ اَنْ یَّذْکُرَ اللّٰہَ عَلٰی طَعَامِہٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ

جب کوئی شخص کھانے پر بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا بھول جائے تو وہ آخر میں یوں پڑھ لے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ

حضرت امیہ رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں وقوع پذیر ہونے والے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں:

کَانَ رَجُلٌ یَاکُلُ یُسَمِّ حَتّٰی لَمْ یَبْقَ مِنْ طَعَامِہٖ اِلَّا لُقْمَۃٌ فَلَمَّا رَفَعَھَا اِلٰی فِیْہِ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ

ایک آدمی بِسْمِ اللّٰہ شریف پڑھے بغیر کھانا کھا رہا تھا جب اس

کا ایک لقمہ رہ گیا تو اس نے پڑھا بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ
حضور ﷺ یہ سن کر مسکرائے پھر فرمایا:
مَازَالَ الشَّيْطَانُ يَاْكُلُ مَعَهٗ فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتِقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهٖ (مشکوۃ: ۳۶۵)
شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب اس نے بِسْمِ اللّٰه پڑھی تو قے کر دی اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب نکال دیا۔

چھٹا فائدہ

بسم اللہ سے بخشش

حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک بستی کے قریب سے گزرے آپ کی پیغمبرانہ نگاہ زمین کے حجابات چیرتی ہوئی ایک مردے پر جا پڑی دیکھا اسے سخت ترین عذاب ہو رہا ہے اس قسم کے مشاہدات آپ کے لئے عام سی بات تھی اس لیے وہاں سے آگے گزر گئے۔

کچھ دیر بعد جب واپس مڑے تو دیکھا اسے بہشتی حلے پہنا کر فردوسی آن بان عطا کی جارہی ہے اور نور کے طباق اس کے آگے رکھے جا رہے ہیں۔ چند لمحوں میں بدلتے یہ رنگ دیکھ کر آپ دنگ رہ گئے کشفِ احوال کے لئے آپ نے التجا کی ارشاد ہوا کچھ عرصہ پہلے اس کا انتقال ہوا تھا اعمال نامہ میں کوئی نیکی نہ ہونے کے باعث یہ شدید عذاب کی گرفت میں تھا اس کی وفات کے چند ماہ بعد اس کے گھر اس کا بچہ ہوا جسے اس کی بیوی نے بڑی محبت سے پالا آج وہ اسے لے کر معلم کے پاس آئی تھی اور معلم نے ابھی اسے بِسْمِ اللّٰه شریف پڑھائی ہے اس وجہ سے ہم نے اس سے عذاب اٹھالیا ہے کیونکہ ”مجھے شرم آئی کہ اپنے بندے کو زمین کے اندر عذاب دوں جبکہ اس کا بیٹا زمین کے اوپر میرا نام لے رہا ہے۔ (تفسیرِ رازی، ص ۸۸)

ساتواں فائدہ

بہشتی نہروں کا سرچشمہ اور ٹکٹ

صاحب تفسیر روح البیان شریف نے بِسۡمِ اللّٰہ کے ماتحت ایک حدیث نقل فرمائی کہ جب حضور علیہ السلام معراج میں تشریف لے گئے اور جنتوں کی سیر فرمائی تو وہاں چار نہریں ملاحظہ فرمائیں ایک پانی کی دوسری دودھ کی تیسری شراب کی اور چوتھی شہد کی جبریل امین سے دریافت کیا کہ یہ نہریں کہاں سے آرہی ہیں حضرت جبریل امین نے عرض کیا کہ مجھے اس کی خبر نہیں دوسرے فرشتے نے عرض کیا کہ ان چاروں کا چشمہ میں دکھاتا ہوں ایک جگہ لے گیا وہاں ایک درخت تھا جس کے نیچے ایک عمارت بنی ہوئی تھی اور دروازے پر قفل پڑا تھا اور اس کے نیچے سے یہ چاروں نہریں نکل رہی تھیں ارشاد فرمایا دروازہ کھولو عرض کیا اس کی چابی میرے پاس نہیں بلکہ آپ کے پاس ہے یعنی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، حضور ﷺ نے بِسۡمِ اللّٰہ پڑھ کر قفل کو ہاتھ لگایا، دروازہ کھل گیا، اندر جا کر ملاحظہ فرمایا کہ اس عمارت میں چار ستون ہیں اور ہر ستون پر بسم اللہ لکھی ہے اور بسم اللہ کی میم سے پانی جاری ہے (اللہ کی ہ سے دودھ جاری ہے، رحمٰن کی میم سے شراب اور رحیم کی میم سے شہد) اندر سے آواز آئی اے میرے محبوب علیہ السلام آپ کی امت میں جو شخص بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھے وہ ان چاروں کا مستحق ہوگا۔

جنت کا ٹکٹ بھی بسم اللہ شریف ہی ہے۔ جب جنت میں جانے کا وقت آئے گا تو اہلِ بہشت کو ایک ٹکٹ دیا جائے گا جس پر لکھا ہوگا: "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" یہ اللہ کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام ٹکٹ ہے۔ اے فرشتو! اسے اعلیٰ جنت میں داخل کرو جس کے پھل انسان کی پہنچ سے باہر نہیں۔ (مجالس سنیہ)

آٹھواں فائدہ

عذابِ الٰہی سے بچاؤ

تفسیرِ کبیر میں بِسْمِ اللّٰہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فرعون نے خدائی کے دعوے

ہے۔

بِسْمِ اللّٰہ ...... مفتاحِ اُمّ الکتاب

ربِ رحمٰن و رحیم نے اپنے کلام کا افتتاح بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے فرمایا! تاکہ انسان اس جامعۃ العلوم سے فیض یاب ہونے کے لیے دعا، دوا اور شفا کی مفتاح سے کام لے، اپنی زبان، اپنے دل، اپنے ذہن کو دیگر تمام خارجی سہاروں سے خالی کردے تاکہ نورِ ہدایت اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ دل، زبان اور ذہن پر ضیا پاشی کرسکے۔ یہ حقیقت ہے کہ کلامِ الٰہی سے ہدایت تبھی میسر ہوسکتی ہے، جب دل ہدایت قبول کرنے پر آمادہ ہو اور جان بوجھ کر کسی باطل نظریہ کے سحر میں مبتلا نہ ہو۔ قرآن سے ہدایت یابی پر قلب کو آمادہ کرنے کے لیے اور باطل نظریات سے رہائی کا واحد نسخہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

> جب جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے، وحی لاتے، اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تو رسول اللہ ﷺ سمجھ جاتے کہ یہاں سے نئی سورت شروع ہوتی ہے۔ (مسند ابی داؤد)

بسم اللہ اور تلاوتِ قرآنِ حکیم

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی طرف جو سب سے پہلے وحی نازل کی اس

سے فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. (سورۃ العلق)

آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے جس نے پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہمارے رسول ﷺ کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لیے ہے اور اللہ کا نام لے کر پڑھنے کا وہی طریقہ موزوں ہے جسے رحمت عالم ﷺ سے سندِ قبولیت ملی یعنی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ لٰہذا تلاوتِ آیات کا آغاز بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم سے کرنا ضروری ہے۔

بسم اللہ اور استقبالِ عبادات

عبادت کا مطلب ہے اللہ کی اطاعت اور اس کے سامنے عجز و تذلل کا اظہار، اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم کا مقصد ہی عبادت قرار دیا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ. (ذاریات:۵۶)

میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اللہ کی عبادت اور اطاعت کے درست علم، صحیح ادائیگی اور پختہ ایمان کے لیے اللہ ہی سے استعانت کی ضرورت ہے، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بِسْمِ اللّٰہ بہترین دعا ہے،۔یہی وجہ ہے کہ عبادات کی لوحِ زریں پر بِسْمِ اللّٰہ جگمگ جگمگ کرتی نظر آتی ہے۔

بسم اللہ اور وضو

اللہ تعالیٰ اور اس کے عبد کے درمیان سب سے مضبوط اور بہترین تعلق کا مظہر عملِ صلوٰۃ ہے اور صلوٰۃ کے لیے تطہیر روح کے ساتھ ساتھ طہارتِ بدن بھی لازمی ہے۔ اس مقصد کے لیے ہمارے رسول ﷺ نے ہر نماز کی ادائیگی کے لیے وضو کا حکم فرمایا، وضو کا آغاز کیسے ہو؟ وضو اپنی اصل روح کیسے برقرار رکھ سکتا ہے؟ وہ کون سا

عمل ہے جس پر وضو کی مقبولیت کا انحصار ہے؟ سنئے:

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس نے بِسمِ اللہ کہہ کر وضو نہیں کیا وہ وضو سے محروم رہا۔ (مسند احمد)

اس شخص کا کوئی وضو نہیں، جس نے اللہ کا نام نہیں لیا اور جس کا وضو نہیں اس کی صلوٰۃ کیسے ہوگی؟ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ وضو کرنے لگتے تو کہتے ''اتوضاء بسم اللّٰہ'' میں وضو کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔ (سنن نسائی)

وضو سے قبل بِسمِ اللہ پڑھنے کا کیا اجر ملے گا؟ ایک بار آپ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

جب وضو کرنے لگو تو بسم اللہ الحمد للّٰہ پڑھ لیا کرو۔ تمہارے محافظ فرشتے جب تک وضو ساقط نہیں ہوگا۔ نیکیاں لکھتے رہیں گے۔ (طبرانی)

دوسرے کا وضو کراتے وقت

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''وضو کرنے کا اعلان کرو'' یعنی صحابہ سے کہو وضو کرلیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''جابر پانی لو اور بِسمِ اللہ کہہ کر مجھ پر ڈالتے جاؤ۔'' چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ نے بِسمِ اللہ پڑھ کر پانی ڈالنا شروع کیا۔ (صحیح مسلم)

بسم اللہ اور (مسجد) میں داخلہ

مساجد زمین پر اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں ان میں اللہ کا نام بلند کیا جاتا ہے۔ مساجد اللہ اکبر کی صدائے دعوت کا مرکز ہیں۔ ان کے ادب و احترام میں ان کی حدود میں شور و غل، بدتہذیبی اور کھیل کود سے اجتناب لازم ہے۔ بے شک مساجد میں داخل ہونا ایک ایسا عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ سے قلبی تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ اس تعلق کو مستقل

نتیجہ خیز بنانے کے لیے ضروری ہے کہ مساجد میں داخلہ کے وقت وہ دعا پڑھی جائے جو معلم کتاب وحکمت ﷺ نے ہمیں سکھائی ہے اور مساجد سے باہر نکلتے ہوئے بھی وہی دعا مانگیں جو ہمارے رسول ﷺ نے ہمیں عطا کی ہے تاکہ مساجد کے اندر ہی نہیں، بلکہ باہر نکل کر بھی ہم اپنے رحمان اللہ کے احسانات وفضل اور رحم سے محروم نہ رہیں۔ اور ہاں دیکھیں اس دعا کا سرنامہ بھی تو بِسْمِ اللّٰہ ہی ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے مسجد میں داخل ہونے کی دعا یوں روایت کرتے ہیں:

بسم اللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ اعوذ باللّٰہ العظیم بوجہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم. اللھم افتح لی ابواب رحمتک.

اللہ کے نام سے اور درود وسلام ہو اللہ کے رسول پر، اللہ عظمت والے کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے، اے اللہ میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ ''جب یہ دعا آدمی پڑھ لے تو شیطان کہتا ہے یہ آدمی تمام دن کے لیے میرے شر سے محفوظ ہو گیا۔''

خیال رہے انسان بہت سی جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی بیماریوں کا شکار شیطانی شر کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔

بسم اللہ (مسجد سے خروج)

مسجد سے باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھیں اور پھر دایاں اور یہ دعا پڑھیں:

بسم اللّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک (سنن ابن ماجہ)

اللہ کے نام سے اور سلام ہو اللہ کے رسول پر، اے اللہ میرے گناہ
بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

ان دعاؤں کے الفاظ پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ داخلے کے وقت رحمت طلب کی گئی کیونکہ یہ وقت اللہ کی بارگاہ میں خاص حاضری کا تھا جب مادی دنیا کی طرف مسجد سے اٹھ کر جانے لگے تو فضل طلب کیا جو مال کے معنی بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ
فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ،۱۰)

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل
تلاش کرو۔

بسم اللہ اور حجر اسود کا بوسہ

حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں تمام عبادات کی نوعیت شامل ہوتی ہے۔ مالی، قولی اور فعلی عبادات، یوں تو حسب فرمانِ رسالت ہر کام سے قبل بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا چاہیے لیکن طوافِ بیت اللہ کے وقت حجرِ اسود کو بوسہ دینے سے قبل مسنون الفاظ کا اعادہ ضروری ہے۔ یہ بھی بِسْمِ اللّٰہ کے مہتم بالشان الفاظ سے مرکب ہیں یعنی بِسْمِ اللّٰہ، اللّٰہ اکبر "اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے۔" (الحج والعمرہ)

بسم اللہ اور قربانی

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا
رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ. (الحج۔۳۷)

اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی اس غرض سے کہ وہ ان
مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا کیے ہیں۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے

صبر و حلم کی یادگار ہے۔ قربانی ہمارے دلوں پر دستک دے کر کہتی ہے کہ اللہ کی اطاعت و محبت کے لئے مال، اولاد اور جان غرض ہر ایک چیز قربان کر دو۔ اللہ تعالیٰ قربانی کے ضمن میں انسان کے مال پر نہیں، حسن نیت اور خلوص پر فیصلہ فرماتا ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج: ۳۷)

نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

قربانی میں حصول تقویٰ اور مال کی محبت کے شکنجے سے بچنے کے لیے جو دعا نبی محترم ﷺ نے فرمائی، اس کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے یوں ہے۔

رسول اللہ ﷺ ایک مینڈھے کو ذبح کرنے لگے تو مجھ سے فرمایا ''عائشہ! چھری لاؤ۔'' میں چھری لائی۔ پھر فرمایا ''پتھر پر اچھی طرح تیز کر'' میں نے چھری تیز کی۔ پھر آپ ﷺ نے مینڈھے کو پکڑا، زمین پر لٹایا اور ذبح کرتے وقت یوں کہا۔

بسم اللّٰه اللهم تقبل من محمد وال محمد ومن امة محمد (صحیح مسلم)

اللہ کے نام سے، اے اللہ! قبول فرما۔ حضرت محمد ﷺ کی طرف سے' ان کے اہل خانہ کی طرف سے اور ان کی امت کی طرف سے۔

جب حاجی قربانی کرنے لگے تو اسے ہدایت کی گئی کہ وہ یوں کہے:

بسم اللّٰه اكبر هو منك ولك (امام نووی شرح مهذب)

اللہ کے نام سے، اللہ بہت بڑا ہے، یہ تیری طرف سے ہے، اور تیرے لیے قربانی کر رہا ہوں۔

بسم اللہ اور جہاد

جہاد ایک ایسی عبادت ہے جو قیامِ دین کی ضامن ہے۔ جہاد کے بغیر اسلامی ریاست کا تصور ممکن ہی نہیں لیکن جہاد میں اسلامی احکام پیشِ نظر رکھنا اور صرف اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنا بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔

شجاعت میں ناموری یا مالِ غنیمت کا شائبہ ذہن میں دبے پاؤں آ سکتا ہے۔ شیطان کے اس وار سے بچنے کے لیے بِسْمِ اللّٰه سے بہتر کوئی نسخہ نہیں۔ چنانچہ رحمت للعالمین ﷺ جب کسی امیر کو جہاد کے لیے روانہ فرماتے تو پورے لشکر کو تقویٰ اور خوفِ الٰہی کی تلقین کرتے، اس کے بعد فرماتے:

اغزوا بسم اللّٰه قاتلوا من کفر باللّٰه اغزوا ولا تغدروا ولا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا (الجہاد فی الاسلام)

جاؤ اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو کفر کرتے ہیں۔ مگر جنگ میں کسی سے بدعہدی نہ کرو۔ غنیمت میں خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو، کسی بچے کو قتل نہ کرو۔

بسم اللہ اور امیر جیش کو ہدایت

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ۶ ہجری میں رسول اکرم ﷺ نے دومۃ الجندل کی مہم پر روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کے سر پہ عمامہ باندھا اور فرمایا:

بِسْمِ اللّٰه! اللہ کی راہ میں روانہ ہو جاؤ، جو لوگ اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہیں۔ ان سے جا کر جہاد کرو۔ کسی کو دھوکا نہ دینا، فریب نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا۔ قبیلہ کلب کو دومۃ الجندل پہنچ کر دعوتِ دین دینا، وہ قبول کرلیں تو وہاں کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کر لینا۔ (طبقات ابن سعد حصہ مغازی)

بسم اللہ...... دستر خوان کا حق

زندگی اور صحت برقرار رکھنے کے لیے خوراک انسان کی بنیادی ضرورت ہے لیکن اس کا مدار اسی حصولِ خوراک پر ہے جسے دینِ اسلام نے متعین فرما دیا ہے۔ اس سے تجاوز ہمارے ایمان اور صحت دونوں کے لیے تباہ کن ہے۔ پیٹ تو حیوان بھی ادھر ادھر منہ مار کر بھر ہی لیتا ہے۔ انسان اور حیوان میں تہذیبی حدود ہی تو حدِ فاصل ہیں۔ ان حدود میں رہ کر حصولِ خوراک ایمان و جسم کی توانائی، تازگی، فرحت کا ضامن بن سکتا ہے۔ مسلمان کے دستر خوان کا حق ہے کہ اس پر چنی جانے والی اشیاء حرام سے قطعی پاک ہوں، طیب ہوں۔ آیئے دیکھیں اشیاء کو دستر خوان تک پہنچانے کے لیے کس کس مرحلے پر کس کس انداز میں بِسْمِ اللّٰہِ کے مسنون الفاظ ملتے ہیں۔

بسم اللہ اور شکار

گوشت انسانی خوراک کا اہم حصہ ہے۔ اس میں لحمیات' معدنی نمکیات' اور فولاد کا وافر ذخیرہ ہوتا ہے۔ اللہ کا یہ خاص فضل ہے کہ اس نے جن جانوروں کا گوشت صحت اور اخلاق کے لیے مفید ہے انہیں کھانے کا حکم فرمایا۔ ذبح کرنے کے لیے کچھ جانور تو جلدی قابو میں آ جاتے ہیں لیکن بعض کو قابو کرنے کے لیے کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اسی ذریعے کو شکار کہتے ہیں۔ شکار کرنے کے لیے جو آلہ استعمال کیا جائے اس پر بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (المائدہ: ٤)

اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو جن کو اللہ کے دیے ہوئے علم کی بناء پر تم شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو وہ جس جانور کو تمہارے لیے پکڑ رکھیں تم اس کو کھا سکتے ہو البتہ اس پر اللہ کا نام لے لو۔

بسم اللہ اور مذبوح

اسلام میں صرف اسی جانور کا گوشت کھایا جا سکتا ہے جسے مسنون طریقے سے ذبح کیا گیا ہو۔ جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے بھی بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ از خود مرنے والے جانور یا کسی دوسرے طریق سے مرنے والے جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں۔ اس طرح جو جانور اللہ کے نام کے بغیر یا اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا جائے اس جانور کا گوشت بھی حلال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ. (الانعام: ۱۱۸)

'کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ

(الانعام: ۱۲۱)

ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یہ فسق ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا طریقہِ ذبح کیا تھا؟

انس رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کیا، نبی اکرم ﷺ نے دو سینگ دار مینڈھے میرے سامنے ذبح کیے، ذبح کرتے وقت آپ ﷺ نے قدم مبارک دونوں کی گردن کے پہلو پر رکھا اور کہا:

بسم اللہ اللہ اکبر۔ (صحیح مسلم، کتاب الاضاحی)

یاد رہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کرنا شرک اور گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لعنت ہے اس پر جو بغیر اللہ کے نام کے ذبح کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاضاحی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بارے میں بہت احتیاط برتتے تھے اور اگر کسی کے ہاں سے گوشت ہدیہ آتا تو تحقیق کر لیتے کہ یہ بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر ذبح کیا گیا ہے اور خالص اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہے یا نہیں؟ چنانچہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا "بعض نومسلم ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں، ہمیں اس کا علم نہیں ہوتا کہ انہوں نے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا:

تم اسے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر کھالیا کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصید)

معلوم ہوا کہ اگر یہ پتہ نہ چل سکے کہ ذبیحہ پر بِسْمِ اللّٰہ کہی گئی ہے یا نہیں تو خود بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر کھالینا چاہیے۔ ہاں اگر علم ہو جائے کہ بِسْمِ اللّٰہ نہیں کہی گئی تو اس سے کھانا ہرگز جائز نہیں۔

بسم اللہ اور عقیقہ

بچہ اللہ تعالیٰ کی گراں قدر نعمت ہے۔ بچہ انسان کی موت کے بعد بھی اس کے نیک اعمال میں کثرت کا سبب بنتا ہے، اسی لیے نیک اولاد کو ہمارے رسول اللہ ﷺ نے صدقہِ جاریہ فرمایا ہے۔ اس نعمت کے حصول پر شکرگزاری کے اظہار کے لئے جانور ذبح کیا جاتا ہے۔ اسی کو عقیقہ کہتے ہیں۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ نے اپنے بچوں کی پیدائش پر عقیقہ کیا اور ہمیں بھی عقیقہ کرنے کا حکم دیا۔ عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت بھی بِسْمِ اللّٰہ کہنا ضروری ہے۔ چنانچہ جب رحمۃ للعالمین ﷺ عقیقہ کے جانور ذبح کرتے تو کہتے:

بسم اللّٰه اللهم لک والیک عقیقة فلان

(تحفة المودود فی احکام المولود۔ ابن قیم)

اللہ کے نام سے اے اللہ! فلاں کا عقیقہ تیری طرف تیرے ہی لیے ہے۔

بسم اللہ اور دودھ دوہنا

تمام غذاؤں میں سے دودھ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس

میں ہماری صحت کے لئے تمام ضروری اجزاء سمودیئے ہیں۔ اسی لیے یہ تنہا بھی متوازن غذا کا کام دیتا ہے۔ اس میں لحمیات، نشاستہ، روغن اور فاس فورس موجود ہوتے ہیں۔ تازہ دودھ ہر قسم کے جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔ دودھ انسان کا بچہ ہو یا حیوان کا ہر بچے کی ابتدائی غذا ہے۔ اسے پکانے اور بنانے کی محنت نہیں کرنی پڑتی بلکہ اللہ رحمٰن ورحیم نے اسے تیار شکل میں مہیا کر رکھا ہے۔ یہ خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (النحل:٦٦)

اور تمہارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں یعنی خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا حق ہے کہ اسے دوہتے وقت بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر شکرانِ نعمت کیا جائے، ہمارے رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کے لیے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اثنائے سفر ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خیمے میں رکے۔ ان کے پاس سوائے ایک مریل بکری کے کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ام معبد سے اجازت لی، بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا، دودھ دوہیا تو وہ اس قدر تھا کہ حاضرین نے پیٹ بھر کر پیا۔ مریل بکری کے تھنوں میں دودھ کی کثرت ہمارے رسول ﷺ کا معجزہ ہے، لیکن آپ ﷺ نے بِسْمِ اللّٰہ دودھ دوہتے ہوئے کہا اور اس کا لازمی ہونا اپنی جگہ موجود ہے۔

بسم اللہ اور کھانا پکانا

انسان نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو کتنے ہی خوبصورت اور مفید طریقوں سے استعمال کیا اور کر رہا ہے، اس کا اندازہ اردگرد پھیلی ہوئی مصنوعات سے

لگایا جاسکتا ہے۔ خوراک کو بھی حفظانِ صحت کے تقاضوں سے مزید ہم آہنگ کرنے اور اسے خوش ذائقہ بنانے کے لیے رنگارنگ پکوان تیار کیے جاتے ہیں۔ اللہ کی اس نعمت کو پکاتے ہوئے بِسْمِ اللّٰہ کی بابرکت معیت ضروری ہے تاکہ جسم غذا کے ساتھ ساتھ شفاء کی ٹھنڈک سے مستفید ہوتا رہے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''غزوۂ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سخت بھوکے تھے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم سے کہا کچھ کھانے کو ہے تو تیار کرو۔ چنانچہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے تھوڑا سا آٹا تھا۔ وہ گوندھا اور بکری کا بچہ ذبح کیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا'' جاؤ رسول اللہ ﷺ کو بلاؤ''۔ میں بلانے گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا'' ابوطلحہ نے تمہاری دعوت کی ہے۔'' یہ سن کر بہت سے صحابہ ساتھ ہولیے۔ ابوطلحہ اتنے آدمی دیکھ کر گھبرا گئے لیکن ام سلیم نہیں گھبرائیں۔ نبی ﷺ پاس پہنچے اور پکتے ہوئے کھانے پر بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر برکت کی دعا کی پھر مجھ سے فرمایا کہ'' دس دس آدمیوں کو بلاتے جاؤ''۔ جب صحابہ کھانے کے لیے بیٹھے تو فرمایا'' کھاؤ! بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر''۔ اس کھانے کو تقریباً اسّی صحابہ نے کھایا لیکن پھر بھی بچ رہا۔ (صحیح مسلم، کتاب الطعام)

معلوم ہوا پکتے ہوئے کھانے پر بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا چاہیے اور کھانا شروع کرتے وقت بھی بِسْمِ اللّٰہ کہنا چاہیے۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات سے تعلق رکھتا ہے لیکن بِسْمِ اللّٰہ کہنا کھانا پکاتے ہوئے اپنی جگہ مسلّم ہے۔

بسم اللہ اور کھانے کا آغاز

خوراک حلال ذرائع سے حاصل کرلی۔ اللہ کا نام لے کر جانور ذبح کیا، پکایا، اب کھانے کا مرحلہ درپیش ہے کیونکہ خوراک انسان کی بنیادی ضرورت ہے اس لیے اس نعمت کا استعمال اور شکر کا انداز بھی منفرد ہونا چاہیے۔ کھانے کے لیے معلم کتاب و سنت ﷺ نے ہدایات دیں کہ نیچے مت گراؤ۔ جو گر جائے وہ صاف کر کے کھالو۔ گرم گرم مت کھاؤ۔ لیکن سب سے اہم بات یہ کہ کھانے سے قبل بِسْمِ اللّٰہ کہو۔ تاکہ

انسان کھانے کی برکات سے مستفید ہو سکے اور شیطان کو اس میں دخل اندازی کا موقع نہ مل سکے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

جب نبی ﷺ کے سامنے کھانا لایا جاتا تو آپ ﷺ بِسْمِ اللہ ضرور پڑھتے اس کے بعد کھانا شروع کرتے۔ (اذکار مسنونہ)

سفر طائف کے موقع پر جب رحمۃ للعالمین ﷺ کو اوباشوں نے پتھر مارے، گالیاں دیں، لہولہان کیا آپ ﷺ ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے جو عتبہ وشیبہ نامی طائف کے رئیسوں کا تھا ان کو نبی اکرم ﷺ کی حالت پر رحم آ گیا اور غلام کو کچھ انگور دے کر بھیجا، غلام نے انگور آپ ﷺ کو پیش کیے تو نبی محترم ﷺ نے سخت جسمانی تکلیف کے باوجود بِسْمِ اللہ کہہ کر انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ عداس نے حیرت سے آپ ﷺ کی طرف دیکھا اور عرض کیا یہ ایسا کلام جو یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا "تم کون ہو؟" اس نے کہا "میں عیسائی ہوں اور نینوا کا باشندہ ہوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا "اچھا تم مرد صالح یونس بن متی کے شہر کے باشندے ہو؟" اس نے عرض کیا "آپ ﷺ کو کیسے خبر ہوئی کہ وہ کون تھے اور کیسے تھے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "وہ میرے بھائی تھے وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔" عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور آپ ﷺ کا سر اور قدم چوم لیے۔ عتبہ وشیبہ غلام کو دیکھ رہے تھے جب عداس واپس آیا تو پوچھا تم یہ کیا کر رہے تھے؟ عداس نے کہا "روئے زمین پر آج اس شخص سے بہتر کوئی نہیں، اس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جو صرف ایک نبی ہی بتا سکتا ہے۔" (رحمۃ للعالمین، جلد اول)

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ آغازِ نبوت میں بھی بِسْمِ اللہ کہہ کر کھانے کا آغاز فرماتے تھے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا، کھانا کھاتے وقت کہو:

"بسم اللّٰہ وعلٰی برکۃ اللّٰہ" (مسند احمد)

اللہ کے نام سے کھاتا ہوں اور اس سے برکت کا امیدوار ہوں۔

عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا تھا۔ میرا ہاتھ پورے دستر خوان پر پھرنے لگا یعنی میں اپنے سامنے کا کھانا چھوڑ کر سب کے سامنے سے کھانے لگا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

''لڑکے بِسْمِ اللّٰه کہہ کر اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' (صحیح مسلم، کتاب آداب الطعام)

کھانا شروع کرتے وقت بھول جائیں تو رسول اکرم ﷺ نے تاکید فرمائی کہ ایسی صورت میں یاد آنے پر یا بعد میں کہو:

بسم اللّٰه اوله و اخره (ابو داؤد۔ ترمذی)

''اول و آخر اللہ ہی کے نام سے ہے۔''

کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھیے

کھانا کھانے سے پہلے تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، جمہور علما اسی کے قائل ہیں، علماء کی ایک جماعت اس کے وجوب کی قائل ہے، اس حیثیت سے تسمیہ پڑھنا چاہئے، اس امر پر علماء کا اتفاق ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے ''الاذکار'' (ص ۲۰۷) میں ذکر کیا ہے۔

بقول حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کھانا کھانے سے قبل تسمیہ بندے کی جانب سے اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کے عطا کئے بغیر اس کو حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ بندہ جب اللہ کا نام لے کر کھانا کھائے گا تو کھانے کا پورا عمل طاعت اور عبادت بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کے قوی اور مستحکم ہونے کا سبب ہوگا۔

(تکملہ فتح الملهم، ج ٤، ص ٣)

حضرت موصوف مدظلہم فرماتے ہیں: کہنے کو تو یہ معمولی بات ہے کہ بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کر دیا، لیکن اگر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ یہ اتنی

عظیم الشان عبادت ہے کہ اس کی وجہ سے ایک طرف تو یہ کھانا کھانا عبادت اور باعث ثواب بن جاتا ہے اور دوسری طرف اگر آدمی ذرا دھیان سے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کہہ لے تو اس کی وجہ سے اللہ جل جلالہ کی معرفت کا بڑا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا حقیقت میں انسان کو اس طرف متوجہ کر رہا ہے کہ جو کھانا میرے سامنے اس وقت موجود ہے، یہ میری قوت بازو کا کرشمہ نہیں ہے، بلکہ کسی دینے والے کی عطا ہے۔ میرے بس میں یہ بات نہیں تھی کہ میں یہ کھانا مہیا کر لیتا اور اس کے ذریعے اپنی ضرورت پوری کر لیتا، اپنی بھوک مٹا دیتا، یہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اس کا کرم ہے کہ اس نے مجھے یہ کھانا عطا فرما دیا، جب اس دھیان پر استحضار کے ساتھ کھاؤ گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور ان کا کرم ہے کہ انہوں نے مجھے عطا فرمایا تو وہ سارا کھانا تمہارے لئے عبادت بن جائے گا۔

(اصلاحی خطبات، ج۵ ص۱٤٤ تا ۱٤٦)

کھانا شروع کرنے سے پہلے تسمیہ پڑھنے سے شیطان کھانے میں شریک نہیں ہوتا، تسمیہ پڑھے بغیر اگر کھانا شروع کیا جائے تو اس میں شیطان شرکت کرنے لگتا ہے اور اس کا عمل دخل ہو جاتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانے کے وقت اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان اپنے کارندوں سے کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تو تمہارے لئے رات کو رہنے کی کوئی گنجائش ہے اور نہ کھانے کے لئے کوئی گنجائش ہے، اور جب داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تمہارے رات گزارنے کا انتظام ہو گیا اور جب کھاتے وقت بھی اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تمہارے رات گزارنے کا انتظام بھی ہو گیا اور کھانے کا بھی۔ (صحیح مسلم، ج۲ ص۱۷۲)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ شیطان کھانے کو حلال کر لیتا ہے جب اس پر

اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ (سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

حلال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کھانے پر شیطان کو قدرت حاصل ہو جاتی ہے، اب یا تو وہ حقیقتاً اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے یا اس کی برکت کو ختم کر دیتا ہے۔ اس حیثیت سے کھانا شروع کرنے سے پہلے تسمیہ کا پڑھنا جس طرح شیطان کو کھانے سے روکتا ہے اسی طرح کھانے میں برکت کا ذریعہ بھی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اچھے اصحاب کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے، ایک اعرابی آئے، انہوں نے اس کھانے کو دو لقموں میں کھالیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! اگر یہ صاحب تسمیہ پڑھتے تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہوتا۔ (جامع ترمذی، ج ۲ ص ۸)

اب سوال یہ ہے کہ کھانے سے پہلے جو تسمیہ مطلوب ہے اس تسمیہ سے کیا مراد ہے؟ تو علماء کی ایک جماعت کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ''بسم اللہ'' کے الفاظ ہیں جیسا کہ ذیل کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو ''بِسْمِ اللّٰہ'' کہے۔

(المستدرك للحاكم، ج ٤ ص ١٠٨۔ جامع ترمذی، ج ۲ ص ۸)

عبدالرحمٰن بن جبیر مصر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو اس صحابی نے بیان کیا جنہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ آٹھ سال خدمت کی کہ وہ نبی ﷺ کو ''بِسْمِ اللّٰہ'' فرماتے ہوئے سنتے تھے جب کھانا آپ ﷺ کے قریب کیا جاتا۔

(فتح الباری، ج ۹ ص ٤٩٤)

علماء کی دوسری جماعت کا خیال یہ ہے کہ ''بِسْمِ اللّٰہ'' یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا عنوان ہے لہٰذا تسمیہ سے مراد پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ویسے تو صرف لفظ ''بِسْمِ اللّٰہ'' کہنے سے

سنت ادا ہو جائے گی لیکن اگر پوری بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لے یعنی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کہہ لے تو افضل ہے۔ (الاذکار، ص ۲۰۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام نووی رحمہ اللہ نے پوری بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کے افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے، میں نے اس کے لئے کوئی مخصوص دلیل نہیں پائی ہے۔ (فتح الباری، ج ۹ ص ٤٣١)

شیخ ابو طالب مکی اور امام غزالی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے لقمے پر "بِسْمِ اللّٰہ" اور دوسرے پر "بسم اللّٰہ الرحمٰن" اور تیسرے پر "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" پوری پڑھے۔ (قوت القلوب، ج ۲ ص ۳۰۵. احیاء العلوم، ج ۲ ص ٤)

علامہ زبیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر پہلے لقمے کے ساتھ پوری بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لے تو یہ بہتر ہے۔ (الاتحاف، ج ٥ ص ۲۱۷)

کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللّٰہ و علی برکۃ اللّٰہ کے جو الفاظ مشہور ہیں وہ مشہور کتب حدیث میں نہیں ملتے۔ البتہ مستدرک حاکم کی ایک روایت میں لفظ "علی" کے بغیر بسم اللّٰہ و برکۃ اللّٰہ کے الفاظ منقول ہیں۔ (ج ٤ ص ۱۰۷)

شیخ ابو طالب مکی "قوت القلوب" میں اور امام غزالی "احیاء العلوم" میں کھانا کھاتے ہوئے (شروع میں تسمیہ کے بعد) ہر لقمے پر "بِسْمِ اللّٰہ" کہنے کو احسن اور اچھا قرار دیتے ہیں تاکہ کھانا کی بے حد خواہش ذکر اللہ سے غفلت کا ذریعہ نہ بنے۔

ہمارے اکابر میں فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کو حضرت حافظ شہید رحمہ اللہ کا مقولہ زیادہ پسند تھا کہ ہمیں طریقۂ سنت زیادہ پسند ہے کہ شروع میں بِسْمِ اللّٰہ اور آخر میں الحمد للّٰہ، ہر لقمے پر نہیں۔

اگر کئی آدمی اجتماعی دستر خوان پر بیٹھیں تو امام شافعی رحمہ اللہ جیسے بعض علماء کے نزدیک بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا سنت علی الکفایہ ہے، اس اعتبار سے پوری جماعت میں سے محض ایک آدمی کا بِسْمِ اللّٰہ کہہ لینا سب کے لئے کافی ہو جائے گا۔ (الاذکار، ص ۲۰۷)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قول جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک ہر شخص کے حق میں بِسْمِ اللّٰہ کہنا سنت ہے، اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام مسلم وغیرہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ سے نقل کیا ہے کہ ''ہم جب نبی ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تو ہم اپنے ہاتھ کھانے میں نہیں رکھتے تھے جب تک رسول اللہ ﷺ شروع نہ فرماتے اور اپنا دستِ مبارک کھانے میں نہ رکھتے، ہم ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے کہ ایک نوعمر بچی آئی، گویا اس کو زبردستی بھیجا گیا، وہ اپنا ہاتھ کھانے میں رکھنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ایک اعرابی آیا گویا اس کو بھی زبردستی دھکیلا گیا، آپ ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ شیطان اس کھانے کو اس طرح اپنے لئے حلال کرنا چاہتا تھا کہ اس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، وہ اس نوعمر بچی کو لے کر آیا تاکہ اس کے ذریعے کھانا حلال کرے، تو میں نے اس بچی کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اس بدو کو لے کر آیا تاکہ اس کے ذریعے کھانا حلال کرے تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! بے شک شیطان کا ہاتھ اس بچی کے (یا بچی اور بدو دونوں کے) ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ (صحیح مسلم، ج ۲ ص ۱۷۱، ۱۷۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حاضرین میں سے کسی ایک کا بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے بِسْمِ اللّٰہ پڑھی ہوگی۔ علامہ قسطلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمہور کے مسلک پر بنا کرتے ہوئے ہر ایک کے لئے بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا مستحب (بمعنی سنت) ہے۔ (ارشاد الساری، ج ۱۲ ص ۱۴۸)

کئی آدمی ایک دسترخوان پر بیٹھیں تو ان میں سے کسی ایک کو بآوازِ بلند بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا مستحب ہے تاکہ دوسروں کو یاددہانی ہو جائے۔ (عمدۃ القاری، ج ۲۱ ص ۲۸)

اگر کسی وجہ سے کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھی ہو، چاہے قصداً نہیں پڑھی تھی یا پڑھنا بھول گیا تھا، یا معلوم نہیں تھا کہ کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھنی چاہئے یا کسی اور عذر کی وجہ سے بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھ سکا ہو تو یاد آنے پر یا علم ہونے

پر یا عذر زائل ہونے پر بسم اللّٰہ اولہ و اخرہ یابسم اللّٰہ فی اولہ و اخرہ کے الفاظ کہنے چاہئیں، جیسا کہ سنن ابی داؤد (ج۲ ص۱۷۳) اور جامع ترمذی (ج۲ ص۸) کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ تسمیہ چھوڑنے کی وجہ سے کھانے کی جو برکت شیطان نے لیتا ہے، وہ ان کلمات کے کہنے کی وجہ سے لوٹ آتی ہے اور پورا کھانا بابرکت ہوجاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، ایک آدمی بِسْمِ اللّٰہ کہے بغیر کھانا کھانے لگا یہاں تک کہ سارا کھانا کھالیا، صرف ایک لقمہ باقی رہ گیا، جب اس لقمے کو منہ کی طرف لے جانے لگا تو اس نے "بسم اللّٰہ اولہ و اخرہ" کہا، نبی ﷺ ہنسنے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان مسلسل اس کے ساتھ کھا رہا تھا، جب اس نے اللہ کا نام لیا تو جو کچھ پیٹ میں تھا اس کی قے کردی۔ (سنن ابی داؤد، ج۲ ص۱۷۳)

التعلیق المحمود میں ہے کہ شیطان کے قے کرنے کا مطلب برکت کی قے کرنا ہے نہ کہ کھانے کی، اس لئے کہ شیطان برکت کو سلب کرتا ہے کھانے کو سلب نہیں کرتا ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قے کرنے سے مراد اس برکت کی قے ہے جو تسمیہ چھوڑنے کی وجہ سے چلی گئی تھی، گویا وہ شیطان کے پیٹ میں بطور امانت کے تھی، جب اس آدمی نے اللہ کا نام لیا تو وہ برکت کھانے کی طرف لوٹ آئی۔

(التعليق المحمود على سنن أبی داؤد، ج۲ ص۱۷۲)

کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کی مذکور سنت پر اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کھانے میں برکت کا باعث

ایک صحابی نے عرض کیا "یا رسول اللہ (ﷺ) ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں

ہوتے یعنی پیٹ نہیں بھرتا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "شاید تم جدا جدا کھاتے ہو؟" صحابی نے عرض کیا "جی ہاں" فرمایا "بِسْمِ اللّٰه کہہ کر اکٹھے مل کر کھایا کرو، اللہ تمہارے کھانے میں برکت دے گا۔" (ابو داؤد۔ ابن ماجه)

ایک دن رسول اللہ ﷺ کھانا کھا رہے تھے۔ صحابہ بھی ساتھ شامل تھے، اتنے میں ایک اعرابی آیا اور کھانے پر بیٹھ گیا، اس نے دو لقموں میں کھانا ختم کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اگر یہ شخص بِسْمِ اللّٰه کہہ لیتا تو یہ کھانا تم سب کے لیے کافی ہوتا تم میں سے جب بھی کوئی کھانے بیٹھے۔ بِسْمِ اللّٰه کہہ لیا کرے، اگر شروع میں یاد نہ رہے تو جب یاد آئے تو بسم اللّٰه اوله واخره کہہ لے۔" (صحيح مسلم)

بسم اللہ نہ پڑھیں تو شیطان بھی کھانے میں شامل ہو جاتا ہے

حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار کھانا شروع کیا تو ایک لڑکی دوڑتی ہوئی آئی، اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالا۔ آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ کیونکہ اس نے بِسْمِ اللّٰه نہیں کہا تھا۔ اس کے فوراً بعد ایک اعرابی آ گیا، اس نے بھی بغیر بِسْمِ اللّٰه کہے برتن میں ہاتھ ڈالا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا پھر فرمایا:

"جب کھانے پر بِسْمِ اللّٰه نہ کہی جائے تو شیطان اسے اپنے لیے حلال کر لیتا ہے وہ پہلے اس لڑکی کے ساتھ آیا تا کہ ہمارا کھانا کھائے، میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا، پھر وہ اس اعرابی کے ساتھ آیا، میں نے اعرابی کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، شیطان اس وقت ان دونوں ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔" (صحيح مسلم)

امیہ بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے بِسۡمِ اللّٰہ کہے بغیر کھانا شروع کر دیا۔ جب آخری لقمہ رہ گیا تو اس نے بسم اللّٰہ اولہ واخرہ کہا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا:

شیطان اس شخص کے ساتھ برابر کھاتا رہا۔ جب اس نے بِسۡمِ اللّٰہ کہا تو شیطان نے جو کچھ کھایا پیا تھا قے کر دیا۔ (ابو داؤد۔ نسائی)

معلوم ہوا شیطانی اثرات سے بچاؤ کے لیے بِسۡمِ اللّٰہ ایک بہترین ڈھال ہے اور کھانے کے ساتھ اس کا استعمال برکت کا باعث ہے۔

بسم اللہ...... معمولات کا محور

ہم ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے ہیں مثلاً کھانا، پینا، اوڑھنا، پہننا، سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، لکھنا، پڑھنا، لینا، دینا، پکڑنا، اٹھانا، رکھنا وغیرہ۔

بعض کاموں کے لیے مخصوص الفاظ احادیث میں مع بِسۡمِ اللّٰہ ملتے ہیں۔ جن کاموں میں مخصوص الفاظ نہیں ملتے ان کے لئے بھی بِسۡمِ اللّٰہ کا حکم اپنی جگہ موجود ہے کیونکہ ہمارے رسول ﷺ کا یہ حکم ہر کام کو احاطے میں لیے ہوئے ہے۔

''ہر کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہ پڑھو، چاہے مشکیزے کا منہ بند کرو، چاہے دروازہ بند کرو۔''

بِسۡمِ اللّٰہ کہنے سے برکت حاصل ہوگی۔ شیطان کی دستبرد سے پناہ ملے گی اور اس پر سنّت کا ثواب مزید۔ اب چند ایسے معمولات کا تذکرہ جن کے لئے مخصوص مسنون الفاظ احادیث میں ملتے ہیں اور ان میں بِسۡمِ اللّٰہ کی برکت موجود ہے۔

بسم اللہ...... قضائے حاجت کے وقت

سعید بن منصور روایت کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ بیت الخلا میں جاتے تو یہ دعا پڑھتے۔

بسم اللّٰہ اللھم انی اعوذبک من الخبث

والخبائث. (مسند احمد)

"اللہ کے نام سے میں داخل ہوتا ہوں، اے اللہ پناہ میں آتا ہوں تیری، ناپاک جنوں اور جنیوں سے"۔

دیگر روایات میں بِسۡمِ اللّٰہ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اس دعا کی تاکید کرتے ہوئے ہمارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ "قضائے حاجت کے مقامات شیاطین اور جنوں کی آمد و رفت کی جگہیں ہیں۔ اس لئے یہ دعا پڑھ لیا کرو۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ جنّات اور انسان کے درمیان پردہ یہ ہے کہ آدمی جب قضائے حاجت کے لئے جائے تو کہے:

بسم اللّٰہ غفرانک (تیسیر الوصول فی احادیث الرسول)

احادیث میں یہ بھی ہے کہ قضائے حاجت کے وقت یا کپڑے اتار کر نہاتے ہوئے یا کوئی ایسی حالت جس میں انسان برہنہ ہو جاتا ہے، انسان کے ساتھ ہمہ وقت موجود محافظ فرشتے بھی اس سے الگ ہو جاتے ہیں لیکن شیاطین چونکہ برائی پر آمادہ کرنے والے ہیں، اس لئے برہنگی کی حالت میں بھی وہ انسان سے الگ نہیں ہوتے، جب تک کہ اللہ سے ان سے بچاؤ کے لئے پناہ طلب نہ کی جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے مذکورہ دو دعاؤں کی تلقین فرما کر انسان کے لئے جن و شیطان کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کا نسخہ فراہم کر دیا ہے۔

بسم اللّٰہ...... کپڑے اُتارتے وقت

مسند ابنِ شیبہ میں ہے کہ "اگر ہم کپڑے اتارتے ہوئے بِسۡمِ اللّٰہ کہہ لیں تو شیطان سے پردہ ہو جاتا ہے۔"

بسم اللّٰہ...... بیوی کے پاس آتے وقت

نیک اولاد انسان کے لئے صدقہ جاریہ ہے، نیک اولاد انسان کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے، اولاد کی طلب کے سب سے پہلے عمل کے وقت جو دعا ہمارے

رسول ﷺ نے فرمائی ہے وہ اللہ کے نام کی برکت، اور شیطان سے بچاؤ کے مضمون سے ہی مزین کی ہے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو اپنی بیوی کے پاس آنے کا ارادہ کرے وہ یوں کہے:

بسم اللّٰہ اللھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما رزقتنا

(صحیحین)

اللہ کے نام سے، اللہ ہمیں شیطان سے دور رکھ اور اس چیز سے بھی شیطان کو دور رکھ جو تو ہمیں عطا فرمائے۔

بسم اللہ...... نیند کے وقت

انسان نیند کی حالت میں عارضی طور پر اپنے آس پاس سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ اس بے خبری کی حالت میں جانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے کچھ ہدایات دی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

جب رات کی تاریکی چھا جائے تو بچوں کو باہر مت نکلنے دیا کرو۔ اس لئے کہ اس وقت شیطان زمین میں پھیل جاتے ہیں اور بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر دروازے بند کرو، اس لئے کہ شیطان بند دروازے نہیں کھولتا اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر برتنوں کو ڈھانپ دو اگر کوئی برتن ڈھانپنے کو نہ ملے تو کوئی اور چیز ہی ان پر رکھ دو اور چراغ بجھا دو۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ)

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان میں حفظِ ماتقدم کی تعلیم دی گئی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ رات کے وقت ہزاروں قسم کے جانور اور جراثیم بلوں سے نکل آتے ہیں، وہ ننگے برتنوں میں منہ ڈالیں گے اگر انہیں بغیر دھوئے استعمال کر لیا تو انسان کسی بھی بیماری کا لقمہ بن سکتا ہے۔ اور یہ تو بات پکی ہے کہ جس چیز پر بِسْمِ اللّٰہ کہی جائے اس پر شیطان تصرف نہیں کر سکتا۔ آج کل چوری اور اغوا کے خطرات سے بچاؤ

کے لئے ہمیں اس فرمان پر عمل کرنا چاہئے۔

نیند میں انسان موت کے عمل سے گزرتا ہے اس لئے اسے موت کی بہن کہا گیا ہے۔ اس حالت میں جانے کے بعد کون واپس آئے گا اور کون موت کی آغوش میں چلا جائے گا اللہ ہی جانتا ہے۔ نیند سے قبل بِسْمِ اللّٰه سے شروع کر کے درج ذیل طریقے سے بستر کی طرف جانا چاہیے تا کہ اگر موت آئے تو اللہ ہی کے نام پر، واپسی ہو تو بھی اللہ ہی کے نام سے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے اپنے بستر پر جانے لگے تو اپنے تہ بند کو نہ پکڑے اور بستر جھاڑے اور بِسْمِ اللّٰه کہے، اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد اس کے بچھونے پر کون سی چیز آئی۔ پھر داہنی کروٹ پر لیٹے اور کہے:

باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعه ان امسکت نفسی فاغفرلها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادک الصٰلحین (صحیح مسلم)

پاک ہے تو اے رب میرے، تیرا نام لے کر میں کروٹ زمین پر رکھتا ہوں اور تیرے نام سے اٹھاؤں گا اگر تو جان روک لے تو اسے بخش دے اگر واپس بدن میں بھیج دے تو اس کی حفاظت کر جیسے تو حفاظت کرتا ہے اپنے نیک بندوں کی۔

حاصل معروضات یہ ہے کہ بیماری صرف طبعی بیماری نہیں بلکہ خطرناک بیماریاں وہ ہیں جو ہمارے اعمال کا رخ نیکی سے ہٹا کر بدی کی طرف موڑ دیتی ہیں۔

بسم اللہ ...... معاشرتی روابط کی جان

انسان کو اس دنیا میں مختلف انسانوں سے رابطہ رکھنا پڑتا ہے۔ انسانی رابطوں کی بنیاد اگر اخلاص اور ہمدردی پر ہو تو زندگی قلبی و روحانی مسرتوں سے لبریز ہو جاتی ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے قدم قدم پر

انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ نصح و خیر خواہی کے ساتھ باہمی تعلقات استوار رہیں، اس مقصد کے لئے بھی احادیث میں ہمیں بِسْمِ اللّٰہ سے آراستہ دعائیں نظر آتی ہیں۔

بسم اللہ...... گھر سے باہر نکلتے ہوئے

ہمارا موجودہ معاشرہ بے چینی، بے راہ روی، افراتفری، دہشت گردی، اغواء، اور افواہوں جیسے جرائم کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ اخبار کی تمام خبریں اس پر گواہ ہیں۔ گھر سے باہر قدم رکھتے ہوئے ہر مرد و عورت گھبراتا ہے۔ اسے کئی قسم کے جانی و مالی اندیشے لاحق رہتے ہیں۔ جس کی وجہ اسلامی تعلیمات سے دوری ہے، اگر ہم اسلامی اخلاق اور اسلامی آئین کو اپنالیں تو دہشت پسندانہ رجحانات کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی عطا کردہ دعائیں ہمیں خود میں پُر امن شہری کی خصوصیات پیدا کرنے پر ابھارتی ہیں اور دوسروں کی طرف سے لاحق خطرات سے ہمارا بچاؤ کرتی ہیں۔ اگر ہم یہ دعائیں سمجھ کر مانگیں، ان کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں تو معاشرہ امن و امان، الفت و محبت اور باہمی اعتماد کا گہوارہ بن سکتا ہے، دیکھیے یہ دعائیں بِسْمِ اللّٰہ کے ساتھ منسلک ہیں۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر نکلتے تو یہ دعا پڑھتے:

بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ، اللھم انا اعوذبک من ان نضل او نضل او نظلم او نظلم علینا او نجھل او یجھل علینا (سنن ترمذی بحوالہ معارف الحدیث)

''میں اللہ کا نام لے کر نکل رہا ہوں، اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے، اے اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہمارے قدم بہکیں اور ہم غلط روی پر چلیں (یا ہم گمراہی اور دوسروں کی غلط روی کا

ذریعہ بنیں) یا ہم کسی پر ظلم وزیادتی کریں یا ہمارے ساتھ ظلم وزیادتی کی جائے۔ یا کسی کے ساتھ جہالت سے پیش آئیں یا کوئی ہمارے ساتھ جہالت سے پیش آئیں''۔

گویا گمراہی، جہالت اور ظلم نہ صرف یہ کہ مجھ پر کسی جانب سے ہو اور نہ مجھ سے کسی کے لئے ان کا ارتکاب ہو کیونکہ مسلمان وہ ہے جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے۔

بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم.

اللہ کے نام سے میں نے باہر قدم رکھا، اللہ ہی پر میں نے بھروسہ کیا اور اللہ کے بغیر کوئی چارہ گری اور قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔

ایسے شخص کو فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیتے ہیں:

کفیت۔ تیرا کام سدھار دیا گیا۔

وقیت۔ تجھے محفوظ کر دیا گیا۔

ھدیت۔ تیری راہنمائی کا انتظام کر دیا گیا۔

شیطان اس شخص سے کنی کاٹ جاتا ہے اور جا کر اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے ایسے آدمی پر تمہارا بس کیوں کر چل سکتا ہے، جس کو راستہ مل چکا ہو، جس کا کام سدھار دیا گیا ہو، جسے محفوظ کر دیا گیا ہو۔ (سنن ترمذی)

گھر سے باہر نکلنے کی ایک دعا کے الفاظ یوں بھی ہیں:

بسم اللّٰہ امنت باللّٰہ، اعتصمت باللّٰہ، توکلت علی اللّٰہ، لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم (مسند احمد)

اللہ کے نام سے میں نے باہر قدم رکھا، اللہ پر یقین کامل کر لیا، اللہ کا دامن مضبوطی سے تھام لیا اور اللہ پر پورا پورا بھروسہ کر لیا،

کوئی چارہ گری، کوئی قوت اللہ کی مدد کے بغیر حاصل نہیں۔

بسم اللہ گھر میں داخل ہوتے وقت

گھر سے باہر کی طرح آج کل گھریلو فضا بھی خاصی مخدوش ہوچکی ہے۔ افرادِ خانہ میں باہم اعتماد اور محبت کی جگہ بدگمانی اور چپقلش نے لے لی ہے، آیئے دیکھیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے لئے کون سے شفا بخش الفاظ عطا کئے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: گھر میں داخل ہوتے وقت اہلِ خانہ کو سلام کرو اور یہ دعا پڑھو:

اللهم انی اسئلک خیر المولج، وخیر المخرج، بسم الله ولجنا بسم الله خرجنا وعلى الله ربنا توكلنا

(سنن ابی داؤد)

اے اللہ میں تجھ سے خیر سے آنے، خیر سے جانے کا سوال کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے ہم اندر آئے ہیں۔ اللہ کے نام سے باہر نکلے اور اللہ اپنے رب پر ہمارا پورا پورا بھروسہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ

جب کوئی گھر میں داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت بِسْمِ اللّٰه پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں تمہارے لیے نہ کھانا ہے، نہ رات گزارنے کے لیے جگہ اور اگر آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بِسْمِ اللّٰه نہیں پڑھتا تو شیطان کہتا ہے تمہارے لئے کھانے اور رات گزارنے کا انتظام ہوگیا۔ (صحیح مسلم، نسائی، ابن ماجه، ابن حبان)

بسم اللہ بازار میں داخلے کے وقت

آج کل بازار سب سے زیادہ برائیوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ گالی گلوچ،

قتل و غارت جھوٹی قسمیں، دھوکہ دہی، فساد، ذخیرہ اندوزی، منافع خوری، رقص وسرور، نظر بازی غرض ہر قسم کی برائیاں بازاروں میں پروان چڑھتی ہیں۔ جس کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم نے اسلام کی دی ہوئی تعلیمات کو فراموش کر دیا ہے اور دنیا کمانے میں پوری طرح ملوث ہو چکے ہیں۔ اگر انسان دعاؤں کے نفسِ مضمون کو ذہن وقلب میں رکھ کر بازار جائے تو وہ جھوٹ، ذخیرہ اندوزی، منافع خوری، جھوٹی قسم، اور لایعنی باتوں سے بچ کر رہے گا۔ اگر خریدار ہے تو بھی اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اس کی خرید میں بھلائی اور برکت ہوگی۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بازار میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

بسم اللہ انی اسئلک خیر ھذہ السوق وخیر ما فیھا واعوذ بک من شرھا وشر ما فیھا، اللھم انی اعوذبک من ان اصیب فیھا صفقة خاسرة (بیہقی)

اللہ کے نام سے (بازار میں داخل ہوتا ہوں) یا اللہ میں تجھ سے اس بازار کی اور جو کچھ اس بازار میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس بازار کے شر سے اور جو کچھ بازار میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یا اللہ میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ اس بازار میں کوئی گھاٹے کا سودا پاؤں۔

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

بسم اللہ اللھم انی اسئلک خیر ھذہ السوق وخیر ما فیھا. اللھم انی اعوذبک ان اصیب بھا یمینا فاجرة او صفقة خاسرة.

اللہ کے نام سے بازار میں داخل ہوتا ہوں۔ اے اللہ میں تجھ سے اس بازار کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا

طلب گار ہوں اور اس کے شر سے جو کچھ اس میں ہے، اس سے
تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ تیری پناہ کہ یہاں مجھ سے کوئی
جھوٹی قسم سرزد ہو جائے یا میں خسارے کا سودا کر بیٹھوں۔

بسم اللہ سفر پر جاتے ہوئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سواری کا جانور لایا گیا۔ جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو بِسْمِ اللّٰه کہا۔ پھر جب جانور کی پیٹھ پر بیٹھ گئے تو کہا الحمدللّٰہ۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے، پھر یہ دعا پڑھی:

سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا له مقرنین وانا الیٰ ربنا لمنقلبون.

پاک اللہ کی ذات جس نے ہمارے لئے اس جانور کو مسخر کیا، حالانکہ ہم اس کو مسخر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور ہمیں پلٹنا اپنے رب ہی کی طرف ہے۔

پھر تین دفعہ الحمد للّٰہ اور تین مرتبہ اللّٰہ اکبر کہا، پھر یہ کلمات ادا کئے:

سبحانک انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا لا یغفر الذنوب الا انت

اے اللہ! تو پاک ہے، میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے پس میرے گناہ بخش دے تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی نہیں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے۔ کسی نے پوچھا آپ کس وجہ سے ہنسے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "سواری پر سوار ہونے کے بعد میں نے رسول ﷺ کو ایسے ہی مسکراتے دیکھا ہے۔ جب میں نے مسکرانے کا سبب پوچھا تو فرمایا "تیرے رب کو اپنے بندے کا یہ کہنا بہت پسند ہے کہ فاغفرلی ذنوبی (الٰہی میرے گناہ بخش دے) اللہ فرماتا ہے" میرے بندے کو معلوم ہے کہ میرے سوا اس

کے گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا‘‘۔ (ابو داؤد، ترمذی)

کشتی پر سوار ہونے کی دعا

جب کشتی پر سوار ہونے لگیں تو وہ دعا پڑھنی چاہیے جو حضرت نوح علیہ السلام نے پڑھی تھی:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ھود:۴۱)

اس کا چلنا اور ٹھہرنا سب اللہ ہی کے نام سے ہے بالیقین میرا رب غفور ہے رحیم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اگر جانور سست رفتار ہو جائے

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک سفر میں، میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، میرا اونٹ سست رفتار اور کمزور تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر اس پر سوار ہو جاؤ۔ میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر اس پر سوار ہوا تو اونٹ تیز تیز چلنے لگا۔ (صحیح مسلم، کتاب المساقات والمزارعات)

غور فرمائیے اثنائے سفر اچانک پیش آنے والی مشکلوں اور پریشانیوں کا حل اور علاج رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور نے بھی ہمیں دیا ہے؟

بسم اللہ دوسرے کے کام آتے ہوئے

دوسروں کے کام آنا اسلام کا ایک اہم جزو ہے۔ ہمارے رسول ﷺ نے ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں بتائی ہیں جن میں سے آخری شاخ تکلیف دینے والی چیز کو رستے سے ہٹا دینا ہے مثلاً کانٹا، پتھر۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ دوسروں کی مدد کرنا، ان کے کام آنا، ہمارا دینی فریضہ ہے اور ایک عالمگیر اخلاقی اچھائی ہے۔ اس اچھائی پر برکت کی اللہ سے مہر ثبت کروانے کے لئے اور آخرت میں بھی اس سے فیض یاب ہونے کے لئے بِسْمِ اللّٰهِ کہنا چاہیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک سفر میں پانی ختم ہو گیا۔ صرف ایک انصاری کے مشکیزے میں چند قطرے پانی تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! "مشکیزہ میرے پاس لاؤ"۔ پھر آپ ﷺ نے مشکیزے کو ہاتھ میں دبایا اور زیر لب کچھ پڑھنا شروع کیا۔ پھر فرمایا" جابر! قافلے والوں سے کہو سب سے بڑا برتن لے آئیں"۔ پھر فرمایا!" یہ مشکیزہ لے کر بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر میرے ہاتھ پر پانی ڈال دو"۔ میں نے بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر آپ ﷺ کے ہاتھ پر پانی ڈالنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ برتن نے جوش مارا، گھوما اور بھر گیا۔ غرض پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ قافلے والوں نے سیر ہو کر پیا اور ذخیرہ بھی کر لیا۔ (مسلم کتاب الزھد، قصہ ابو الیسر کا ایک جز)

اس حدیث میں تو نبی اکرم ﷺ کے ایک معجزے کا ذکر ہے لیکن اتنی بات ضرور معلوم ہوئی کہ بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر دوسروں کا کام کرنا چاہیے۔ تاکہ تھوڑی سی مدد بھی اس کی بے چینی اور اضطراب کو سکون سے ہم کنار کر دے اور تعاون کرنے والے کے لئے جنت کی راحتیں مہیا کرنے کا سبب بنے۔

بسم اللہ...... تحریر کا حسن

تحریر کی اہمیت ہر دور میں اپنی جگہ مسلّم رہی ہے۔ یہ تحریریں ہی ہیں جن کا کھوج لگا کر انسان نے ہزاروں برس قبل کی تاریخ مرتب کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود تحریر کا ذکر اپنے کلامِ پاک میں فرمایا:

وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝

(الطور: ۱۔۲۔۳)

قسم ہے طور کی اور ایک ایسی کھلی کتاب کی جو رقیق جلد میں لکھی ہوئی ہے۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (العلق: ۳۔۴)

پڑھیے اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے

علم سکھایا۔

انسان خود مر جاتا ہے لیکن اس کی تحریریں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ اس لئے تحریر کرنے والے پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ جو کچھ لکھے سچ لکھے۔ حیاء وایمان، صداقت وشرافت کے حصار سے قلم کو باہر نہ جانے دے۔ اس کا سب سے بہتر حل یہی ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے استفادہ کیا جائے۔ اسے نہ صرف اپنی تحریروں کا جھومر بنایا جائے بلکہ متن کی تزئین وترتیب میں رحمان ورحیم کی تعلیمات کو پیش نظر رکھا جائے۔ سب سے پہلے جس انسان کریم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اپنی تحریر کو صاحب جمال بنایا، وہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ آپ علیہ السلام کا ملکہ سباء کے نام لکھا ہوا خط دنیا کی مختصر ترین لیکن جامع تحریروں میں سب سے نمایاں ہے۔ اکثر عرب قبائل اپنے خطوط کا آغاز اپنے خداؤں کے نام سے کرتے تھے لیکن قریش جو ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات سے تو بیگانہ ہو چکے تھے اور رسم ورواج کی حد تک ان کی بعض روایات پر کاربند بھی تھے۔ اپنے خطوط اور دستاویزات پر باسمک اللھم لکھتے تھے۔ جب سورۂ ھود کی یہ آیت نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

تو آپ ﷺ نے اپنی تحریروں کے آغاز میں اس آیت کو لکھنا شروع کیا لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ ......

تو آپ ﷺ نے مکمل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا شروع کر دیا۔

(بلوغ الارب جلد ٤ صفحہ ٥٢٤)

صلح حدیبیہ کے موقع پر جو معاہدہ رسول اکرم ﷺ اور قریش کے درمیان ہوا، اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلم بند کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا ''لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی لکھ دیا۔ قریش کے سفیر سہیل بن عمرو نے کہا'' ہمارے دستور کے موافق باسمک اللھم لکھو''۔

صحابہ نے اصرار کیا کہ ہم تو بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے۔ لیکن صلح کل، رسولِ رحمت ﷺ نے خود دستِ مبارک سے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم مٹا دیا۔ اور باسمک اللھم لکھنے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم، صلح حدیبیہ)

غرض آپ ﷺ تحریر کا آغاز اسی کلیدِ برکت سے فرماتے۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم سے آغازِ کتابت اس بات کا وعدہ ہے کہ لکھنے والا اللہ کی عطا کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرے گا۔ اسی کی نصرت کا طلب گار رہے گا۔ اپنی تحریر کو اسی کے احکام کا آئینہ دار بنائے گا۔ اس کا ابلاغ، اس کا اسلوب، اس کا نفسِ مضمون، اس کی اصطلاحات و تشبیہات کا مرکز رحمان و رحیم کے عطا کردہ دین کی روش پر محوِ خرام رہے گا۔

رحمت للعالمین ﷺ کے لکھے ہوئے جتنے بھی خطوط اور دستاویزات کا تذکرہ ملتا ہے سب کی پیشانی پر بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم سجایا گیا ہے۔ مثلاً:

حبشہ کے بادشاہ کے نام: یہ خط حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے مہر لگائی اور عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ اسے لے کر حبشہ پہنچے، یہ نامہ مبارک پڑھ کر بادشاہ مسلمان ہو گیا۔

ہرقل شاہِ روم کے نام: یہ نامہ مبارک دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔

خسرو پرویز ایرانی کے نام: عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ اس نامہ مبارک کو لے کر گئے۔ پرویز گستاخی سے پیش آیا۔ نامہ مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گستاخی ناپسند آئی اور اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

مصر کے بادشاہ مقوقس کے نام: یہ نامہ مبارک حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے، مقوقس نے رسول ﷺ کو تحائف بھیجے لیکن مسلمان نہیں ہوا۔

ہوذہ بن علی شاہِ یمامہ کے نام: یہ خط مبارک سلیط بن قیس بن عمرو عامری کو شاہِ یمامہ تک پہنچانے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ بادشاہ کفر کی حالت میں مر گیا۔ بعد ازاں اس کا تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

حارث بن ابی شمر حاکمِ دمشق کے نام: شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو

یہ نامہ مبارک لے کر جانے کی سعادت ملی ۔لیکن بادشاہ کفر کی حالت پر ہی رہا۔

منذر بن ساوی کے نام: علاء بن الحضرمی کے ہاتھوں یہ نامہ مبارک منذر بن ساوی تک پہنچا۔ وہ مسلمان ہوگیا۔ اس کے مسلمان ہونے کے بعد ایک دوسرا خط بھی رسول ﷺ نے اسے لکھا۔

مسیلمہ بن کذاب کے نام: یہ خط حبیب بن زید بن عاصم، عبداللہ بن وہب اسلمی، اور سائب بن عوام رضی اللہ عنہم لے کر گئے۔ مسیلمہ کذاب نے حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ قلم کر دیئے۔ دوسرے دونوں صحابی بچ کر واپس آ گئے اور پورا واقعہ سنایا۔ مسیلمہ کذاب نے نبوّت کا دعوٰی کیا تھا۔ یہ شقی عہد صدیقی میں وحشی بن حرب کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

ذیل میں تبرکاً رسول گرامی ﷺ کے ایک نامہ مبارک کا متن پیش کیا جارہا ہے جس کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی سے ہوتا ہے۔

نامہ مبارک بنام خسرو پرویز کسریٰ فارس

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللّٰہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ وامن باللّٰہ ورسولہ واشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وانی رسول اللّٰہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس

(طبقات ابن سعدو بلاغ المبین)

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام جو ہدایت کی پیروی کرے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اس پر سلام اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا

رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ جو لوگ زندہ ہیں ان تک
اللہ کا پیغام پہنچا دیا جائے'' اسلام لے آ، سلامت رہے گا، پس
اگر تو انکار کرے تو تیری گردن پر تمام مجوسیوں کا وبال ہے۔

بسم اللہ اور دستاویزاتِ رسول اللہ ﷺ

بیشتر افراد کو رسول اللہ ﷺ نے مختصر تحریریں عطا فرمائیں۔ جن میں بیعت، اطاعت یا کچھ ہبہ بصورت زمین وغیرہ کا تذکرہ تھا۔ ان سب کا آغاز بھی آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے مبارک الفاظ سے کیا۔ نبی اکرم ﷺ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ہم نشینی کے ساتھ ایسی دستاویزات حاصل کرنے والے چند خوش قسمت صحابہ کے نام جو صفحاتِ احادیث اور مختلف کتبِ رجال میں ملتا ہے۔

زہیر بن اقیش۔ قبیلہ عکل کی شاخ کے ایک فرد۔ از بلاغ المبین
مجاعہ بن مرارہ۔ از بلاغ المبین
ضحاک بن نعمان بن سعد۔ از بلاغ المبین
ضمیر بن ابی ضمیرہ۔ از بلاغ المبین
عبادہ بن الاشیب عنزی۔ از بلاغ المبین
عامر بن اسود الطائی۔ بحوالہ اسد الغابہ جلد ۲
بنی اسد کے لیے تحریر۔ خالد بن سعید کے قلم سے
عوسجہ بن حرملہ کے نام۔ گواہ علاء بن عقبہ
قبیلہ جہینہ کے بنی شخ کے لئے۔ گواہ علاء بن عقبہ
نعیم بن مسعود بن رخیلہ کے نام، بقلم علی رضی اللہ عنہ
زبیر بن عوامؓ۔ بقلم علی رضی اللہ عنہ بحوالہ طبقات جلد ۳
ربیع و مطرف وانس کو عقیق عطا کرنے پر۔

خط کے شروع میں بسم اللہ لکھئے

خط نویسی کے منجملہ آداب کے ایک ادب ہے کہ خط کے شروع میں ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ لکھا جائے۔قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط کا ذکر ہے جو انہوں نے ملکۂ سبا کو جس کا نام تاریخ میں ”بلقیس بنت شراحیل“ بتایا گیا ہے، دعوتِ اسلام کے لئے لکھا تھا، اس خط میں ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ مذکور ہے، اربابِ علم نے اس سے یہ امر اخذ کیا ہے کہ خط کے مضمون پر بِسْمِ اللہ کو مقدم کرنا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ اولاً اپنی تحریرات کے شروع میں ”باسمک اللھم“ لکھوایا کرتے تھے، کیونکہ جاہلیت کے زمانے میں عرب اپنی تحریریں اسی کلمے سے شروع کیا کرتے تھے۔ایک قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چار فرمانوں یعنی خطوں میں یہ کلمہ لکھوایا ہے، یہ کلمہ سب سے پہلے امیہ بن صلت نے لکھا تھا، غرض اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: و قال ارکبوا فیھا بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنی تحریروں میں ”بسم اللہ“ لکھوانا شروع کیا، پھر کچھ عرصے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ لکھوانا شروع کردیا، پھر یہ آیت نازل ہوئی: انہ من سلیمٰن و انہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ لکھوانا شروع کیا۔(سیرت حلبیہ، ج ۲ ص ۱۴۰، ۱۴۱، ج ۵ ص ۸۲)

صحیح بخاری میں حدیث ہرقل میں رسول اللہ ﷺ کا روم کے بادشاہ ہرقل کے نام دعوتِ اسلام اور تبلیغ دین کا والا نامہ منقول ہے، آپ نے وہ نامۂ مبارک ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ سے شروع کیا۔علامہ نووی اور دیگر محدثین و شارحین علیہم الرحمہ فرماتے ہیں:

منها استحباب تصدير الكتاب "بسم الله الرحمٰن الرحيم" و ان كان المبعوث اليه كافراً (مسلم مع شرحه للنووی، ج ۲ ص ۹۸: فتح الباری، ج ۸ ص ۶۷: عمدة القاری، ج ۱ ص ۹۹)

اس حدیث کے فوائد میں سے خط کو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے شروع کرنے کا استحباب ہے، اگرچہ مکتوب الیہ کافر ہو۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ حدیث ہرقل پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ خط کی ابتداء میں بسم اللہ لکھنا سنت ہے اور یہ اس وقت ساقط نہیں ہوتی جب خط کسی کافر یا فاسق کو لکھا جا رہا ہو، حالانکہ اس میں یہ احتمال تھا کہ خط کی بے حرمتی ہو، جیسے کسریٰ کم بخت کی طرف سے ہوئی، اس کے باوجود آپ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنے کو ترک نہیں فرمایا، معلوم ہوا کہ جسے بھی خط لکھا جائے، چاہے کافر ہو فاسق، سب کے لئے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنا چاہئے۔

(درس بخاری، ج ۱ ص ۲۴۸، ۲۴۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس خط کا قرآن مجید میں ذکر ہے وہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ سبا کو اس وقت ارسال کیا تھا جب کہ وہ مسلمان نہیں تھیں حالانکہ اس خط میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھا ہوا تھا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جو خطوط ہرقل کی طرح دیگر ملوک و امراءِ عجم کو لکھے تھے اب سب میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھا تھا۔ (زاد المعاد، ج ۳ ص ۵۷۲، ۵۸۰)

بلکہ علماء کرام کی ایک جماعت کے نقطۂ نظر سے ان میں سے بعض خطوط میں

بِسْمِ اللّٰه کے علاوہ بعض آیاتِ قرآنی بھی لکھی تھیں، حالانکہ وہ مسلمان نہ تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وجہ دراصل یہ ہے کہ قرآن کریم کا کسی کافر کے ہاتھ میں دینا تو جائز نہیں، لیکن ایسی کوئی کتاب یا کاغذ جس میں مضمون کے ضمن میں کوئی آیت آگئی ہو، وہ عرف میں قرآن نہیں کہلاتا، اسی لئے اس کا حکم بھی قرآن کا حکم نہیں ہوگا، وہ کسی کافر کے ہاتھ میں بھی دے سکتے ہیں اور بے وضو کے ہاتھ میں بھی۔ بحواله عالمگيري، كتاب الحظر و الاباحة (معارف القرآن، ج٦ ص٥٧٩)

بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ خط میں بِسْمِ اللّٰه لکھنے کی صورت میں اس کی بے ادبی کا احتمال ہو تو بِسْمِ اللّٰه نہ لکھی جائے۔ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر کسی جگہ یہ احتمال ہو کہ پورا پورا ادب نہیں ہو سکے گا تو پھر (خط میں بِسْمِ اللّٰه لکھنے میں) احتیاط کرے۔ (فتاوى محموديه، ج١٤ ص٤١٢)

بے ادبی کے احتمال کی صورت میں بِسْمِ اللّٰه نہ لکھنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ بِسْمِ اللّٰه اگرچہ مسنون ہے لیکن یہ سنت صرف لکھنے سے ہی ادا نہیں ہوتی، اگر زبان سے پڑھ لے، تب بھی ادا ہو جاتی ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

خط نویسی کی اصل سنت تو یہی ہے کہ ہر خط کے شروع میں بِسْمِ اللّٰه لکھی جائے، لیکن قرآن و سنت کے نصوص و اشارات سے حضرات فقہاء نے یہ کلیہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس جگہ بِسْمِ اللّٰه یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھا جائے اگر اس جگہ اس کاغذ کے بے ادبی سے محفوظ رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں، بلکہ وہ پڑھ کر ڈال دیا جاتا

ہے تو ایسے خطوط اور ایسی چیز میں بِسْمِ اللّٰہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی
نام لکھنا جائز نہیں کہ وہ اس طرح اس بے ادبی کے گناہ کا شریک
ہو جائے گا، آج کل جو عموماً ایک دوسرے کو خط لکھے جاتے ہیں
ان کا حال سب جانتے ہیں کہ نالیوں اور گندگیوں میں پڑے نظر
آتے ہیں، اس لئے مناسب یہ ہے کہ ادائے سنت کے لئے
زبان سے بسم اللہ کہہ لے، تحریر میں نہ لکھے۔

(معارف القرآن، ج۶ ص۵۷۹)

کئی حضرات عام خط وکتاب میں بجائے ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم''
کے ۷۸۶ کا ہندسہ لکھتے ہیں، جس کے بارے میں بعض آدمیوں کا خیال یہ ہے کہ کسی
غیر مسلم نے یہ رسم جاری کی ہے تاکہ مسلمانوں کو بسم اللّٰہ لکھنے کی سنت سے اور اس
کے ثواب سے محروم کیا جائے، لیکن بالغ نظر علمائے کرام کی رائے یہ کہ یہ غیر مسلموں
کی کسی شرارت کا شاخسانہ نہیں ہے بلکہ یہ ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' کا عدد
ہے، چونکہ خطوط عام طور پر پھاڑ کر پھینک دیئے جاتے ہیں جس سے بسم اللّٰہ کی
بے ادبی ہوتی ہے، غالباً اس بے ادبی سے بچنے بچانے کے لئے مسلمانوں میں بسم اللّٰہ
کی بجائے ۷۸۶ لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب اعظمی رحمہ اللہ، بسم اللّٰہ کی بجائے ۷۸۶
ہندسہ لکھنے کے جواز بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

۷۸۶ کا عدد آیت کریمہ ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' پر
دال ہے اور آیت کریمہ کا واجب الاحترام والتعظیم ہونا اور اس
کو موقع اہانت وذلت سے بچانا شرعاً واجب ہوتا ہے اور خط
وغیرہ عام تحریرات عموماً ہر جگہ پڑی رہتی ہیں، پس اگر آیت
کریمہ لکھی جائے تو اس کے مواقع ذلت واہانت بلکہ مواقع
نجاست تک میں پڑ جانا ظاہر ہے، اس لئے اگر کوئی شخص ایسی

آیت کریمہ کو موقع ذلت واہانت میں پڑنے سے بچانے کی نیت سے بجائے آیت کریمہ ۷۸۶ لکھ دے تو الامور بمقاصدھا (ضابطہ شرعیہ مسلم) کے مطابق بلاشبہ جائز رہے گا۔ (فتاوی نظامیہ اوندرویہ، ج ۱ ص ۳۹۵، ۳۹۶ و ج ۱ ص ۴۷۳)

لیکن علمائے محققین کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ ۷۸۶ بسم اللہ کا بدل نہیں ہے، یہ عدد کسی دوسرے جملے کا بھی ہوسکتا ہے اس لئے بجائے بسم اللّٰہ کے ۷۸۶ لکھ دینا کافی نہیں ہے، اس سے بسم اللّٰہ کی سنت ادا نہیں ہوگی۔

بعض لوگ اس خدشے سے کہ خط میں بسم اللّٰہ لکھنے کی صورت میں اس کی بے ادبی اور بے حرمتی ہوگی، بجائے بسم اللّٰہ کے باسمہ سبحانہ یا باسمہ تعالیٰ وغیرہ لکھتے ہیں، اس سلسلے میں مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

بعض لوگ اس اندیشے سے کہ خط کی بے حرمتی نہ ہو، باسمہ سبحانہ لکھتے ہیں، جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ نہیں کیا تو ہمیں کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ احترام اور ادب اس حد تک مطلوب نہیں، جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے براہِ راست "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" لکھا باوجود یہ کہ جانتے تھے کہ (یہ خط) کافروں کے ہاتھ میں جارہا ہے، تو اس سے خود بخود نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم بسم اللّٰہ سے آغاز کریں، دوسرا خدانخواستہ اس کی بے حرمتی کرتا ہے تو یہ اس کے سر پر ہے۔ یہ تنبیہ اس لئے عرض کی کہ ہمارے ہاں اس کا (بسم اللّٰہ لکھنے کا) رواج ختم ہوتا جارہا ہے، میرے پاس بکثرت خط آتے ہیں، اپنے دوستوں کے، طالب علموں کے، دوسرے لوگوں کے "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" سو میں سے کوئی لکھتا ہے، باقی ننانوے ایسے ہیں جو ۷۸۶ لکھتے ہیں یا لکھتے ہی

نہیں ۔(درس بخاری، ج۱ ص۲٤۹)

فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

اخبارات و اشتہارات میں آیات قرآن اور "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" لکھنا جائز ہے (حکومت اسلامیہ کے) سرکاری دفاتر کے مکاتبت میں جائز بلکہ مستحسن ہے، گناہ بے حرمتی کرنے والوں پر ہوگا، بسم اللّٰہ کے بجائے دوسرے کلمات (باسمہ سبحانہ وتعالیٰ یا باسمہ تعالیٰ وغیرہ) یا ۷۸٦ لکھنا قرآن کریم، عملِ رسول ﷺ اور امت کے عمل متوارث کے خلاف ہے، صلح حدیبیہ میں حضور اکرم ﷺ نے "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" لکھنے کا حکم فرمایا، مشرکین نے اعتراض کیا اور کہا: اکتب ما کنت تکتب، باسمک اللّٰھم، اس سے ثابت ہوا کہ اسلام نے بسم اللّٰہ لکھنے کا مخصوص طریقہ متعین فرمایا ہے، اس کے بجائے دوسرے کلمات لکھنے سے بسم اللہ کا ثواب نہیں ملے گا اور سنت ادا نہیں ہوگی، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(احسن الفتاوی، ج۸ ص۲٤)

حضرت موصوف رحمہ اللہ کے یہاں اصلاحی مکاتبت کے لئے جو ہدایات دی جاتی تھیں، ان میں نمبر اول پر حسب ذیل ہدایت تھی:

تحریر کی ابتداء "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" پوری لکھیں، ۷۸٦ کے ہندسے سے بسم اللّٰہ کی سنت ادا نہیں ہوتی، اسی طرح باسمہ تعالیٰ وغیرہ کلمات بھی خلاف منقول ہیں۔

(انوار الرشید، ج۳ ص۸۳)

حضرت موصوف رحمہ اللہ کا بسم اللّٰہ لکھنے کی سنت کے بارے میں کمال

احتیاط ملاحظہ ہو: ضرورت کے موقع میں استعمال کے لئے پیڈ چھپواتے وقت بعض احباب نے مشورہ دیا کہ اس کی پیشانی پر ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' لکھوالیں، حضرت اقدس رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: یہ طریقہ دو وجہ سے صحیح نہیں (۱) تحریر کو ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' سے شروع کرنے کی سنت اس سے ادا ہوگی یا نہیں؟ اس میں شبہ ہے۔ (۲) میرا دل یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے ہاتھ سے ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' لکھنے کی بجائے مطبوع پر اکتفا کروں۔ مجنوں تو بلا ضرورت بھی صرف تسکینِ خاطر کے لئے نام لیلیٰ کی تحریر میں مست و سرشار رہتا تھا اور آج کے مسلمان پر بہ ضرورت بھی نامِ مولا لکھنا بار ہے۔ (انوار الرشید، ج ۱ ص ۵۸۶، ۵۸۷)

الغرض اس بات کی ضرورت کہ خطوط میں بجائے ۷۸۶ ہندسہ یا باسمہ تعالیٰ وغیرہ کے ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' لکھنے کو رواج دیا جائے اور لوگوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' قرآن مجید کی آیت ہے، اس کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھا جائے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا لکھے ہوئے کاغذ کے پاس سے گزر ہوا، جو زمین پر پڑا تھا، آپ ﷺ نے اپنے ہمراہی نوجوان سے دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، بسم اللّٰہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو، اس آدمی پر جس نے یہ کام کیا، اللہ کا نام اس کے موقع میں رکھو۔ (مراسیل ابی داؤد، باب الکتاب یلقی فی الطریق، ص ۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے زمین سے ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' لکھا ہوا کاغذ اس کی تعظیم کے لئے اور اس کو مٹنے سے بچانے کے لئے اٹھایا تو وہ آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیقین میں سے لکھا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہ لکھنے کا رواج دینے میں حضرات علمائے کرام کا اس پر عمل پیرا ہونگی اور اپنے خطوط میں اس کے لکھنے کا اہتمام اہم کردار ادا کرے گا۔

بسم اللہ......شفاء الابدان

ہمارے رسول رہبر جسم و جان ﷺ کے فرمان کے مطابق جس طرح بِسْمِ اللّٰہ کے اثرات کسی کام کی تکمیل کے بعد قلبی و روحانی خوشی کی ٹھنڈک عطا کرتے ہیں، اسی طرح ہمارا یقین ہے کہ آپ ﷺ کی عطا کردہ وہ دعائیں جو کسی جسمانی بیماری کے علاج سے تعلق رکھتی ہیں' یقیناً وہ موثر بھی ہیں اور کامیاب بھی۔ بات صرف یہ ہے کہ نیت میں یقین و اخلاص و قلب متوکل ہو۔ آیئے دیکھیں کہ ہمارے رسول ﷺ نے کس بیماری کے لیے بِسْمِ اللّٰہ کے شفا بخش نسخہ سے تیار کردہ دعائیہ الفاظ ادا کیے۔

ہر بیماری کی شفا کے لیے

''ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ سفر پر تھے، ایک جگہ اترے، ہم نے وہاں کے اہلِ قبیلہ سے دعوت چاہی۔ انہوں نے انکار کیا۔ ان کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا۔ قبیلہ کے سردار کی لونڈی آئی اور کہا ''کیا تم کو بچھو کے کاٹے کا منتر یاد ہے؟'' ایک صاحب اٹھے اور کہا ''ہاں''۔ حالانکہ ہم جانتے تھے اسے منتر نہیں آتا۔ پھر اس نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، وہ اچھا ہوگیا۔ اب ان لوگوں نے ہمیں بکریاں دیں اور دودھ پلایا۔ ہم نے اپنے ساتھی سے کہا ''تم نے کیا منتر کیا تھا''؟ وہ بولا ''سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا۔'' میں نے کہا ان بکریوں کو ہاتھ مت لگاؤ جب تک ہم رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھ لیں۔ پھر ہم آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' اسے کیسے معلوم ہوا سورۃ فاتحہ دم بھی ہے؟'' ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کرلو اور مجھے بھی حصہ دو۔'' (كتاب الرقی۔ صحيح مسلم)

ہر چیز کے نقصان سے بچاؤ کے لیے

ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہتے سنا

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کا بندہ صبح شام تین بار یہ دعا پڑھ لے اسے کوئی چیز گزند نہیں پہنچا سکتی:

بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمه شی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم (سنن ترمذی۔ ابن ماجه)

اللہ کے نام سے آغازِ کار ہے جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

نظر بد اور ہر بیماری سے بچاؤ کے لیے

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "کیا آپ ﷺ بیمار ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں"۔ جبرائیل علیہ السلام نے مندرجہ ذیل الفاظ آپ ﷺ پر پڑھ کر پھونکے:

بسم اللّٰہ ارقیک من کل شی یوذیک من شر کل نفس او عین حاسد. اللّٰہ یشفیک بسم اللّٰہ ارقیک (صحیح مسلم)

اللہ کے نام سے تجھے دم کرتا ہوں ہر تکلیف دہ چیز سے، ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے، اللہ تجھ کو شفا عطا کرے اللہ کے نام سے تجھ کو دم کرتا ہوں۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت یوں بیان فرمائی:

بسم اللّٰہ یبریک ومن کل داء یشفیک ومن شر حاسد اذا حسد وشر کل ذی عین (صحیح مسلم، کتاب الطب والمرض والرقی)

اللہ کے نام سے میں مدد چاہتا ہوں وہ تم کو اچھا کرے گا اور ہر بیماری سے شفا دے گا اور ہر ایک حسد کرنے والے کی برائی سے

جب وہ حسد کرے تم کو بچائے گا اور ہر ایک بری نظر ڈالنے والے کی نظر سے۔

سنن نسائی میں یہ الفاظ یوں بھی ہیں:

بسم اللہ ارقیک من کل دآء یشفیک من شر النفثت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد.

درد سے شفا کے لیے

مرض اور تکلیف والے کو چاہیے کہ درد کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے پھر سات بار یہ دعا پڑھے۔

اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر.

"میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پاس اس چیز کی برائی سے جس کو پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔"

اس کے بعد معوذتین پڑھ کر دم کرلے، انشاءاللہ شفا ہوگی۔ (متفق علیہ)

سنن ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت یوں بھی ہے درد کی جگہ ہاتھ رکھ کر طاق مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

بسم اللہ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد من وجعی

اللہ کے نام سے میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اس چیز کی برائی سے جس کو میں پاتا ہوں اور اس درد سے۔

پھوڑے پھنسی کے لیے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کسی کو تکلیف ہوتی یا پھوڑا پھنسی ہوتا تو اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا جاتا۔ آپ ﷺ اپنی انگشت مبارک کو اپنا لعاب دہن لگاتے پھر اسے زمین پر رکھتے تاکہ اس پر مٹی لگ جائے پھر انگلی کو تکلیف کی جگہ پر پھیرتے اور ساتھ ساتھ یہ پڑھتے:

بسم اللّٰہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی بہ سقیمنا باذن ربنا (صحیحین)

اللہ کے نام سے ہماری زمین کی خاک کی برکت سے، ہمارے لعاب دہن کے طفیل، ہمارا مریض ہمارے رب کے حکم سے شفا پائے۔

متعدی بیماریوں سے بچاؤ کے لیے

نبی اکرم ﷺ نے ایک کوڑھی کے ساتھ کھانا کھایا تو یہ دعا پڑھی:

بسم اللّٰہ ثقۃ باللّٰہ وتوکلا علیہ (مسند ابی داؤد)

اللہ کا نام لے کر کھاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔

بخار کے لیے

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ صحابہ کو بخار کے وقت یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرماتے:

بسم اللّٰہ الکبیر نعوذ باللّٰہ العظیم من شر کل عرق نعار ومن شر حر النار (مستدرکِ حاکم۔ابن ابی شیبہ)

آنکھ میں درد یا تکلیف ہو

بسم اللّٰہ اللھم اذھب حرھا وبردھا ووصبھا

(سنن ابن ماجہ،نسائی)

اللہ کے نام سے، اے اللہ دور کردے اس کی ٹھنڈک اور گرمی اور تکلیف۔

گرتے وقت

ایک صحابی کہتے ہیں ”میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا کہ جانور کا پاؤں

پھسل گیا۔ میں نے کہا ''شیطان کا ستیاناس ہو''۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ''ایسا نہ کہو تمہارے ایسا کہنے سے شیطان خوشی سے پھول جاتا ہے حتیٰ کہ کوٹھے کی مانند ہو جاتا ہے بلکہ بِسْمِ اللّٰہ کہا کرو۔ یہ سن کر اسے بڑی ذلت ہوتی ہے اور وہ سکڑ کر مکھی کی طرح ہو جاتا ہے۔''

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شیطان کی خوشی کی وجہ یہ ہے کہ انسان جب کسی عمل کو شیطان سے منسوب کرتا ہے تو شیطان یہ سمجھتا ہے کہ اسے میرے بارے میں یہ اعتقاد حاصل ہے کہ میں اس کے افعال پر اثر انداز ہوتا ہوں لیکن جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اس کی یہ غلط فہمی دور ہو جاتی ہے اور یہ معلوم کر کے اس پر بجلی گرتی ہے کہ انسان کا اللہ پر پختہ اعتماد ہے، اور وہ مصیبت اور آفت ٹوٹنے پر بھی اسے فراموش نہیں کرتا۔ (از فتح الربانی)

بچوں کے گرنے پر اکثر لوگ بے ساختہ بِسْمِ اللّٰہ کہتے ہیں۔ یقیناً یہ اسی فرمانِ نبوت پر متواتر عمل کا اظہار ہے اور یہ تو آزمودہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ کہنے سے بچہ چوٹ سے بچ جاتا ہے اگر چوٹ لگے بھی تو تکلیف کا احساس کم ہو جاتا ہے۔

زخم پہنچنے پر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ غزوہ احد پر تمام صحابہ منتشر ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! ''کون مشرکین سے نمٹے گا؟'' سات انصاری آگے بڑھے اور آپ ﷺ کے گرد گھیرا ڈال لیا اور ایک ایک کر کے مشرکین کے نیزوں اور برچھیوں سے شہید ہو گئے۔ ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ رہ گئے اور گیارہ آدمیوں کے برابر مشرکین کا مقابلہ کیا۔ ان کے ہاتھ پر تلوار لگی اور انگلیاں کٹ گئیں۔ ان کے منہ سے ہلکی سی ''سی'' نکلی۔ ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اگر تم بِسْمِ اللّٰہ کہتے تو فرشتے تمہیں اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے رہتے۔ (از رحیق المختوم بحوالہ نسائی)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو بھی تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا رضائے الٰہی کا موجب ہے۔'سی' کرنا تکلیف کے احساس کا اظہار ہے۔ اگر اس اظہار کے لیے بِسْمِ اللّٰہ کہا جائے تو پھر سچ فرمایا ہمارے رسول ﷺ نے فرشتے اٹھالیں اور لوگ دیکھتے رہیں۔

بسم اللہ میت کو قبر میں اتارتے وقت

انسان اس دنیا میں ایک خاص وقت تک کے لیے آیا ہے۔ جس کا علم صرف رب واحد ہی کو ہے۔ دین اسلام نے انسانی جان کی حرمت کے پیش نظر اس کے سفرِ آخرت کو بھی منفرد انداز عطا فرمایا ہے۔ جس میں مرنے والے کی جسمانی عزت و تکریم، اس کے اخلاق کے بارے بدگوئی سے پرہیز کے علاوہ مغفرت و دعا کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس کا سب سے بڑا طریقہ صلوٰۃ الجنازہ ہے۔ صرف یہی نہیں میت کو بڑے سکون و احترام کے ساتھ سپردِ خاک کیا جاتا ہے۔ اور اپنے دل پر موت اور تصورِ آخرت کو طاری کیا جاتا ہے تاکہ ربِ اکبر کے سامنے انسان جواب دہی سے غافل نہ ہو۔ اس مرحلۂ آخر پر بھی بِسْمِ اللّٰہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میت کی چارپائی اٹھاتے وقت بِسْمِ اللّٰہ کہنا چاہیے۔ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کو قبر میں اتارنے لگتے تو کہتے۔

بسم اللّٰہ وعلی ملۃ رسول اللّٰہ (مسند احمد۔ سنن ترمذی۔ ابن ماجہ)

اللہ کے نام سے رسول اللہ ﷺ کی ملت پر"۔

بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

بسم اللّٰہ وعلی سنۃ رسول اللّٰہ.

اللہ کے نام سے رسول اللہ ﷺ کی سنت پر۔

اللہ تعالیٰ کو تین ہزار ناموں سے یاد کرنا

علامہ سید اسماعیل حقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تین ہزار نام ہیں۔

ایک ہزار نام فرشتوں کو بتائے اور ایک ہزار نام انبیاء علیہم السلام کو بتائے ہیں۔ تین سو نام تورات میں نازل کئے ہیں اور تین سو نام زبور میں نازل فرمائے ہیں اور ایک نام اپنے پاس محفوظ رکھا ہے۔ وہ کسی کو نہیں بتایا ہے۔ پھر ان تمام ناموں کے معنی کو بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کے تین لفظوں اللّٰہ، الرحمٰن، الرحیم میں سمو دیا ہے۔ تو جس شخص نے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو تین ہزار ناموں کے ساتھ یاد کرلیا۔ (تفسیر روح البیان)

عذاب سے چھٹکارے کا ذریعہ

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم میں ۱۹ حروف ہیں اور دوزخ کے فرشتے بھی ۱۹ ہیں۔ جو شخص بِسْمِ اللّٰہ پڑھے گا تو قیامت کے دن جہنم کے ۱۹ فرشتوں سے محفوظ رہے گا۔ (تفسیر قرطبی، درمنثور ص۹، ج۱)

بسم اللہ کی وجہ سے آخرت کے درجات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس دعا کے شروع میں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھی جاتی ہے وہ رد نہیں ہوتی۔ قیامت کے دن میری امت کی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کی وجہ سے نیکیاں بھاری وزن والی ہو جائیں گی۔ دوسری قومیں کہیں گی کہ امت محمدیہ کی نیکیاں کیوں بھاری ہیں، ان کے انبیاء فرمائیں گے کہ امت محمدیہ کے کلام کے شروع میں اللہ کے ایسے عزت والے نام ہیں کہ اگر ایک پلڑے میں ان کو رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں ساری مخلوق کے گناہ رکھ دیئے جائیں تو بھی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ہر بیماری کے لئے شفا، ہر مفلسی کے لئے دولت اور دوزخ سے پردہ اور زمین میں دھنسنے، صورتیں بگڑنے اور سنگ باری کے عذاب سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بنایا ہے جب تک لوگ اس کی تلاوت پر کاربند رہیں گے۔ (غنیة الطالبین ص۱۵۷)

ایک حدیث قدسی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام قسم کھا کر یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ حضرت میکائیل علیہ السلام قسم کھا کر بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اسرافیل! میں اپنی عزت اور بخشش وجلال وکرم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (کی میم) کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ ملا کر ایک مرتبہ بھی پڑھ لے تو تم گواہ رہو کہ میں اس کی زبان کو نہیں جلاؤں گا اور اس کو جہنم اور قبر کے عذاب سے پناہ دوں گا اور قیامت کے عذاب سے بچالوں گا۔ (روح البیان)

یہی بات شیخ اکبر نے اپنی کتاب فتوحات میں لکھی ہے کہ جب تم سورۂ فاتحہ پڑھو تب ایک ہی سانس میں بِسْمِ اللّٰہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ ملا کر پڑھو۔

(فضائل بسم اللہ، ص ۱۰)

بسم اللہ قربِ خداوندی کا ذریعہ

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بِسْمِ اللّٰہ کی نسبت سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ اللہ کا نام اللہ تعالیٰ کے بڑے ناموں میں سے ہے، اور اس میں اس قدر نیکی اور قرب ہے جیسے آنکھ کی سیاہی وسفیدی میں۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۳۲ ج ۱)

لہٰذا جو شخص ہر کام کے شروع میں کثرت سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا تو اسے بھی اللہ کا قرب نصیب ہوگا۔

جنت کی چاروں نہروں سے سیرابی

حدیث شریف میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں

آسمانوں سے بھی اوپر تشریف لے گئے تو تمام جنتوں کا معائنہ اور سیر فرمائی۔ تو جنت میں چار نہریں دیکھیں (جس کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے) پانی، دودھ، شراب طہور اور شہد کی نہریں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ نہریں کہاں سے نکلتی ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ حوض کوثر کی طرف جاتی ہیں اور کہاں سے نکلی ہیں یہ مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے تا کہ اللہ آپ (ﷺ) کو بتلا دے یا دکھلا دے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا فرمائی۔ تو ایک فرشتہ آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور پھر کہا اے محمد! (ﷺ) اپنی آنکھیں بند کیجیے۔ پس میں نے اپنی آنکھیں بند کیں، پھر کہا کھولئے۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو ایک درخت کے پاس تھا اور دیکھا کہ سفید موتیوں کا ایک قبہ ہے اور اس پر سونے کا دروازہ ہے، اس پر تالا لگا ہوا ہے۔ قبہ اتنا بڑا ہے کہ تمام انسان و جنات اگر اس قبہ پر رکھ دیئے جائیں تو ایسا معلوم ہو کہ ایک خوبصورت پرندہ ایک پہاڑ پر بیٹھا ہے۔ پھر میں نے دیکھا یہ چاروں نہریں اسی قبہ سے نکل رہی ہیں۔ میں نے ارادہ کیا کہ وہاں سے واپس لوٹوں تو اس فرشتے نے کہا کیا آپ (ﷺ) اس قبہ میں داخل نہیں ہوں گے۔ میں نے کہا میں کیسے داخل ہوں اس کے دروازے پر قفل لگا ہوا ہے۔ میرے پاس اس کی کنجی نہیں ہے تو فرشتہ نے فرمایا اس کی کنجی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ جب میں نے اس کے قریب جا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو تالا کھل گیا۔ میں اس قبہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چاروں نہریں اس قبہ سے اس طرح نکلی ہوئی ہیں کہ:

بسم کی "میم" سے پانی کی نہر

اللہ کی "ھ" سے دودھ کی نہر

الرحمٰن کی "میم" سے شراب طہور کی نہر

الرحیم کی "میم" سے شہد کی نہر

معلوم ہوا کہ یہ چاروں نہریں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نکلتی ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی امت اگر خلوص دل سے بغیر ریاکاری کے میرے اس نام سے مجھے یاد کرے گی تو ضرور ان نہروں سے انہیں سیراب کردوں گا۔ (روح البیان ص ۹)

برکات تسمیہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں

حدیث نمبر ۱: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر وضو کرتے وقت تسمیہ نہ پڑھی جائے تو وہی اعضاء پاک ہوتے ہیں جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں اور اگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لی جائے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۲: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کے ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ اس میں اس کے گناہ ہوں گے وہ اپنی دنیاوی عادت کے مطابق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اپنے ہاتھ میں لے گا تو وہ بالکل سفید ہو جائے گا اس میں کوئی گناہ باقی نہ رہے گا وہ بندہ کہے گا اس نامۂ اعمال میں تو کچھ بھی نہیں میں کیا پڑھوں اس سے کہا جائے گا تسمیہ کی برکت سے تمام گناہ مٹا دیئے گئے ہیں۔

حدیث نمبر ۳: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب مؤمن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پُل صراط پر قدم رکھے گا تو جہنم کی آگ اُس کے قدموں کے نیچے سے پکار کر کہے گی۔ اے مؤمن گزر جا تیرے نور نے میرے شعلے کو بجھا دیا ہے۔

حدیث نمبر ۴: ارشاد نبوی ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے سے چار ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں، چار ہزار گناہ مُعاف کر دیئے جاتے ہیں اور چار ہزار درجات جنت میں بُلند ہو جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۵: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قیامت کے دن اس امت کے اعمال نامے تولیں جائیں گے تو اس امت کی ایک رکعت کا وزن

بنی اسرائیل کی ایک ہزار رکعت کے برابر ہوگا بنی اسرائیل اس کی وجہ پوچھیں گے ان سے کہا جائے گا یہ ان کی نماز میں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کی برکت ہے۔

حدیث نمبر۶: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھی خدا نے اس کے تمام پہلے گناہوں کو معاف کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے آسمانوں کو ستاروں سے زینت دی ہے فرشتوں کو جبرئیل سے جنت کو حور وقصور سے انبیاء علیہم السلام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قرآن کو بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم سے زینت دی۔

حدیث نمبر۷: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جبرئیل علیہ السلام تسمیہ لے کر آئے تو عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) میں آپ کی امت کے بارے میں خائف تھا لیکن جب خدا نے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نازل کی تو دل کو تسلی ہوئی کہ خدا تعالیٰ ان کلمات کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دے گا۔

حدیث نمبر۸: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے تو اسے سات سو سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا تو اس کی طرف ہیبت سے دیکھا وہ پھٹ گئی۔ خدا نے فرمایا: قیامت تک کے حالات لکھ عرض کی ابتدا کیسے کروں فرمایا: بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم سے قلم نے سات سو سال میں بسم اللّٰہ بالرحمٰن الرحیم لکھی خدا تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنے عزوجلال کی قسم! امت مصطفیٰ (ﷺ) کا جو آدمی اور عورت بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا اس کو سات سو سال کی عبادت کا ثواب دوں گا۔

سات انبیاء کو سات کلمات

خدا تعالیٰ نے سات پیغمبروں کو سات کلمات عطا فرمائے اور ان کلمات کی سعادت برکت ان پیغمبروں کو بھی ملی اور اس امت کو بھی عطا ہوئی۔

نمبرا: حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو انہوں نے کہا: **الحمد للہ** خدا نے فرمایا: **یرحمک ربک** حضور ﷺ کا جو امتی **الحمدللہ** کہے گا وہ خدا کی رحمت کا مستحق ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا۔ حمد کرنے والے کھڑے ہو جائیں۔ ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا۔ ان کے لئے جھنڈا نصب کیا جائے گا اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پوچھا گیا حمد کرنے والے کون ہوں گے۔ فرمایا ہر حال میں خدا کا شکر کرنے والے۔

ایک حدیث میں ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس مریض پر فخر کرتا ہے جو مرض میں **الحمدللہ** کہتا ہے۔ خدا فرماتا ہے دیکھو میرا بندہ مصیبت میں بھی میری حمد بیان کرتا ہے۔ اے فرشتو! اس کے لئے جہنم سے برات لکھ دو۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ کی کتاب میں یہ بات لکھی دیکھی کہ جب بندہ ہر لقمہ پر **بسم اللہ الحمد للہ رب العالمین** کہتا ہے تو لقمہ حلق سے اترنے سے پہلے خدا سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے یہی حال پانی پینے کا ہے۔

نمبر۲: حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں سوار ہوتے وقت **بِسْمِ اللّٰہ** کہا۔ خدا نے ان کو طوفان سے نجات دی۔ اگر بندہ مؤمن تسمیہ کا ورد رکھے گا تو خدا اس کو آخرت کے مصائب سے نجات دے گا۔

نمبر۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نارِ نمرود میں ڈالا جانے لگا تو جبرئیل علیہ السلام نے امداد کی پیشکش کی آپ نے قبول نہ کی اور فرمایا **حسبی اللہ** خدا نے آپ کو آگ سے نجات دی جو بندہ مؤمن اس کلمہ کو ورد بنا لے گا۔ خدا اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔

نمبر۴: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے

ذبح کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ اس انشاء اللہ کی برکت سے آپ ذبح کی تکلیف سے نجات پا گئے جو یہ کلمہ کہے گا وہ دوزخ کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ۹۹ بیویاں...... انشاء اللہ نہ کہا تو کسی کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔

نمبر۵: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: **لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ** اس کے نتیجے میں فرعون کے شر سے محفوظ رہے۔ جو بندہ ان کلمات کو کہے گا وہ نفس وشیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

نمبر۶: حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ شکم ماہی سے نجات ہوئی جو کسی مصیبت میں ہو نجات پائے اور قبر روشن ہو جائے۔ رحمت ومغفرت کا مژدہ پائے۔

نمبر۷: حضور ﷺ نے شب معراج میں کہا: التحیات للّٰہ والصلوات والطیبات خدا نے فرمایا: السّلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ جو یہ کلمات کہے بوقت موت ایمان سلامت لے جائے۔ جو بندہ مؤمن ان سات کلمات کو ورد بنا لے۔ متذکرہ سات پیغمبروں کی شفاعت سے سرفراز ہو اس کے جسم کے سات اعضاء گوشت پوست ہڈیاں خون مغز پٹھے جہنم کے سات درجات سے نجات پائیں گے۔

برکات بسم اللہ

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پانی کے سیلاب سے محفوظ رہی تو بِسْمِ اللّٰهِ کی برکت سے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے نار کو گلزار بنایا تو بِسْمِ اللّٰهِ کی برکت سے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو بخشش کی نوید سنائی تو بِسْمِ اللّٰهِ کی

برکت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے دریا میں بارہ راستے بنائے گئے تو بِسْمِ اللّٰه کی برکت ہے۔

فرعون کو ایک عرصے تک ہلاکت سے بچایا گیا تو بِسْمِ اللّٰه کی برکت ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ملکہ سباء کو مطیع بنایا گیا تو بِسْمِ اللّٰه کی برکت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نجات کی بشارت سنائی تو بِسْمِ اللّٰه کی برکت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو شفاء عطا فرمائی گئی تو بِسْمِ اللّٰه کی برکت ہے۔

چوتھا باب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سے متعلق چند عجیب حکایات

بسم اللہ کے بارے میں چند عجیب حکایات

جاننا چاہیے کہ بِسْمِ اللّٰہ قرآن شریف کی پہلی آیت ہے اور جو خطوط حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھیجا کرتے ان میں پہلے یہی لکھی جایا کرتی تھی۔ اور ابوعبدالقاسم بن سلامۃ العقلی کی کتاب فضائل القرآن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو خط کسی کو ارسال فرماتے اس میں سب سے پہلے لکھتے **باسمک اللھم** اور یہی دستور جاری رہا۔ جب تک خدا نے چاہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی **بسم اللّٰہ مجرھا** تب آپ اپنے مکتوبات میں بِسْمِ اللّٰہ لکھنے لگے اور یہی دستور جاری رہا جب تک کہ خدا نے چاہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

تب آپ اپنے مکتوبات میں **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** لکھنے لگے اور یہی دستور جاری رہا جب تک کہ خدا نے چاہا پھر یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (النمل: ۳۰)

بسم اللہ نگلنے کی برکت

حضرت منصور بن عمار کو راستہ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا جس میں بِسْمِ اللّٰہ شریف لکھی تھی مل گیا۔ انہوں نے اس کو اٹھا لیا اور چونکہ ان کو کوئی جگہ رکھنے کی نہ ملی اس لئے اس کو نگل لیا۔ پھر رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ اے منصور تو نے جو اس کاغذ کی عزت کی اس لئے تجھ پر اللہ تعالیٰ نے حکمت کا دروازہ کھول دیا تب سے وہ جو بات کیا کرتے حکمت سے کرتے۔

وقال علیه الصلاة والسلام ما من کتاب یلقی بمضیعة من الارض فیه اسم من اسماء اللّٰه تعالیٰ الا بعث اللّٰه له ملائکة یحفونه باجنحتهم حتی یبعث اللّٰه تعالیٰ الیه ولیا

من اولیائه فیعرفه من الارض ومن رفع کتابا من الارض
فیه اسم من اسماء اللّٰه رفعه اللّٰه تعالیٰ فی علیین
اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس کاغذ میں خدا تعالیٰ کا کوئی نام لکھا ہوا ہو اور وہ زمین پر کہیں گرا ہوا ہو، جب تک خدا تعالیٰ اس کو وہاں سے اٹھانے کے لئے کوئی اپنا دوست نہ بھیجے فرشتے اپنے بازوؤں سے اس کو گھیرے رکھتے ہیں اور جو شخص ایسے کاغذ کو زمین سے اٹھالیتا ہے خدا تعالیٰ اس کا مرتبہ علیین میں بلند کر دیتا ہے۔

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

بشر حافی رحمہ اللہ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا ایک کاغذ زمین پر گرا ہوا ملا۔ انہوں نے اسے بڑی عزت اور ادب سے اٹھالیا۔ اس وقت ان کے پاس صرف دو درہم تھے اور کچھ نہ تھا۔ انہوں نے ان دو درہم کا عطر خریدا اور اس کاغذ پر پورا عطر مل کر اسے خوشبودار بنا دیا اور حفاظت سے رکھ دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بشر حافی! تو نے جس طرح میرے نام کی عزت کی ہے میں اسی طرح دنیا اور آخرت میں تیرے نام کو روشن کروں گا۔

ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کا واقعہ

ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ سے ان کی باندی دشمنی رکھتی تھی اور کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا کر دیتی اور ابو مسلم اسے کھاتے مگر ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ کافی وقت اسی طرح گذر گیا پھر اس باندی نے خود ہی ایک مرتبہ ابو مسلم رحمہ اللہ سے کہا کہ میں تو آپ کو کافی دنوں سے کھانے میں زہر ملا کر کھلاتی ہوں، کیا بات ہے کہ آپ پر اس کا اثر نہ ہوا؟ ابو مسلم نے پوچھا کہ آخر تو زہر کیوں کھلاتی ہے؟ اس نے کہا

کہ آپ بوڑھے وضعیف ہوگئے ہو، میں چاہتی ہوں کہ آپ سے جلدی الگ ہو جاؤں۔ ابو مسلم نے فرمایا کہ زہر کا اثر اس لئے نہیں ہوتا تھا کہ الحمدللہ جب بھی میں کوئی چیز کھاتا یا پانی پیتا ہوں تو بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لیتا ہوں اور پھر اس باندی کو آزاد کر دیا تا کہ جہاں چاہے نکاح کر لے اور اس سے کوئی انتقام بھی نہ لیا۔ (قلیوبی، ص ۵۳)

ایک قاضی کی مغفرت کا واقعہ

ایک قاضی کا انتقال ہو گیا، اس کی بیوی حاملہ تھی، اس کا لڑکا پیدا ہوا۔ جب بچہ ہوشیار ہوا تو اس کی ماں اسے مدرسہ میں پڑھنے کے لئے لے گئی۔ استاذ نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھائی۔ بچے کے بِسْمِ اللّٰہ پڑھتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے باپ سے عذاب اٹھالیا اور فرمایا کہ اے جبرئیل! ہماری رحمت کے لائق نہیں کہ اس کا بچہ ہمیں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر یاد کرے اور ہم اس کے باپ کو عذاب میں رکھیں۔ سچ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ میں بہت ہی برکت ہے۔

(حکایات قلیوبی، ص۳۸)

ایک یہودی کی لڑکی کا عجیب واقعہ

لمعات صوفیہ میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کسی جگہ وعظ کہہ رہے تھے، اس وعظ میں انہوں نے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کی فضیلت بھی بیان کی۔ یہودیوں کے مکانات بھی نزدیک تھے۔ اس وعظ کو ایک یہودی لڑکی سن رہی تھی، اس پر اس بیان کا اثر ہوا کہ وہ دل و جان سے مسلمان ہوگئی اور ہر کام بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر کرتی تھی۔ لڑکی کے باپ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس پر بہت سخت ناراض ہوئے اور اسے دھمکی دی تا کہ اسلام کو چھوڑ دے مگر وہ لڑکی اپنے اسلام پر جمی رہی۔ لڑکی کا باپ بادشاہ کا وزیر تھا اسے خیال ہوا کہ اگر لڑکی کے مسلمان ہونے کی خبر لوگوں کو ہوگئی تو بڑی شرمندگی ہوگی اس لئے باپ نے طے کر لیا کہ لڑکی کو سخت بدنام کر کے کسی بہانہ سے اسے ہلاک کر دوں گا۔ باپ نے اپنی بیٹی کو مہر لگانے کی شاہی انگوٹھی دے کر کہا کہ اسے حفاظت

سے رکھنا۔ لڑکی نے اپنی عادت کے مطابق بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر انگوٹھی لی اور اپنی جیب میں رکھ لی۔ رات کو جب لڑکی سوگئی تو اس کے باپ نے جیب میں سے وہ انگوٹھی نکال لی اور غصہ میں آ کر اسے ندی میں پھینک آیا تا کہ صبح جب اس سے انگوٹھی مانگے اور وہ نہ دے سکے تو اسے موت کی سزا دی جا سکے۔

اللہ کی شان صبح کو ایک مچھیرا (مچھلیوں کا شکار کر کے بیچنے والا) ایک مچھلی لے کر وزیر کے پاس حاضر ہوا اور اسے کہا کہ آپ کے واسطے یہ مچھلی ہدیہ میں لایا ہوں۔ وزیر خوش ہو کر مچھلی گھر لایا اور لڑکی سے کہا کہ مچھلی کو جلد ہی پکا کر تیار کر۔ لڑکی نے مچھلی لی اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر اسے کاٹنے اور صاف کرنے بیٹھی، جیسے ہی مچھلی کو کاٹا اس کے پیٹ میں سے وہ انگوٹھی نکل آئی۔ لڑکی انگوٹھی دیکھ کر حیران و پریشان ہوئی اور اپنے جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو انگوٹھی غائب تھی۔ وہ حیران سوچنے لگی کہ یہ انگوٹھی میرے جیب میں سے نکل کر مچھلی کے پیٹ میں کیسے آ گئی۔ پھر فوراً بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر انگوٹھی جیب میں رکھ لی اور مچھلی پکانے میں مشغول ہوگئی اور جلد ہی تیار کر کے اسے باپ کے سامنے رکھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر باپ نے انگوٹھی مانگی تو بیٹی نے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ انگوٹھی نکال کر پیش کر دی۔ باپ اس انگوٹھی کو دیکھ کر حیران ہوگیا کہ اسے تو میں ندی میں پھینک آیا تھا، اس کے ہاتھ کہاں سے آ گئی۔ بیٹی سے پوچھا کہ یہ تیرے پاس کہاں سے آئی۔ بیٹی نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔

لڑکی نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بِسْمِ اللّٰہ کی برکت سے عزت دی، تم نے ندی میں پھینک دی مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ وہ انگوٹھی مچھلی نے نگل لی اور پھر وہی مچھلی شکار ہو کر تمہارے پاس ہدیہ میں آئی اور تم نے اسے پکانے کے لئے میرے حوالہ کیا اور بالآخر میرے ہاتھ میں وہ انگوٹھی واپس آ گئی۔ باپ یہ سارا قصہ سن کر فوراً ہی مسلمان ہوگیا۔

روم کے بادشاہ کا واقعہ

روم کے بادشاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا کہ میرے سر میں ہمیشہ درد رہتا ہے، اچھا نہیں ہوتا، کوئی دوا بھیجیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے ایک ٹوپی بھیجی کہ اسے پہن لیں۔ چنانچہ بادشاہ جب وہ ٹوپی پہنتا، سر کا درد اچھا ہو جاتا اور جب نکالتا تو پھر درد شروع ہو جاتا۔ اسے اس پر بہت تعجب ہوا، جب ٹوپی میں غور سے دیکھا تو اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔

(تفسیر موضح القرآن، ص۲)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کافروں کے ایک قافلے کا گھیراؤ کیا۔ قافلہ والوں نے کہا کہ تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے تو ہمیں کوئی ایسی نشانی بتائیں کہ ہم مسلمان ہو جائیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تو تم زہر لے آؤ۔ وہ لوگ ایک پیالہ میں زہر لائے، حضرت خالد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اسے پی گئے اور کوئی اثر نہ ہوا تو قافلہ والے مسلمان ہو گئے اور کہا کہ اسلام واقعی سچا مذہب ہے۔

فقیہ محمد زمانی کا واقعہ

فقیہ محمد زمانی کو بخار ہوا۔ ان کے استاد فقیہ ولی محمد بن سعید عیادت کو آئے اور ایک تعویز بخار کا دے کر چلے گئے اور اسے فرما گئے اس کو دیکھنا مت۔ غرض اس کو باندھا۔ اسی وقت بخار جاتا رہا۔ انہوں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں بِسْمِ اللّٰہ لکھی تھی۔ ان کے اعتقاد میں سستی پیدا ہوئی' فوراً بخار لوٹ آیا۔ انہوں نے جا کر استاد سے عرض کیا اور اپنے فعل سے توبہ کی۔ انہوں نے دوسرا تعویز دے دیا، اسے باندھا بخار فوراً جاتا رہا۔ انہوں نے ایک سال کے بعد اسے کھول کر دیکھا تو

بِسۡمِ اللّٰہ ہی لکھی ہوئی تھی جس پر انہیں بِسۡمِ اللّٰہ کے باب میں انتہائی عقیدت اور عظمت پیدا ہوگئی۔

ایک حکایت

ایک دیہاتی دریا پار کر کے شہر میں جمعہ پڑھنے آتا تھا ایک دفعہ خطیب صاحب نے فرمایا اگر کوئی شخص بِسۡمِ اللّٰہ پڑھ کر دریا میں قدم رکھے تو وہ نہیں ڈوبتا دیہاتی بہت خوش ہوا کہ خطیب صاحب نے مسئلہ ہی حل کر دیا ہے دریا عبور کرتے وقت کشتی پر سواری کے پیسے دینا پڑتے تھے اب وہ بچ جایا کریں گے واپسی پر جب دریا کے کنارے پر پہنچا تو کسی جھجک اور تذبذب کے بغیر بِسۡمِ اللّٰہ پڑھ کر دریا میں قدم رکھ دیا اور چلتا ہوا دوسرے کنارے پر پہنچ گیا اس کے دل میں حضرت خطیب صاحب کے لئے بہت عقیدت پیدا ہوگئی سوچا انہیں اپنے گھر بلانا چاہیے تا کہ ایسے بابرکت انسان کی آمد سے گھر میں برکت اور رونق ہو ایک روز موقعہ پا کر اس نے دل کا مدعا بیان کر دیا جسے خطیب صاحب نے بڑی فراخدلی سے قبول کر لیا جب وعدے والے دن دونوں حضرات دریا کے کنارے پہنچے تو خطیب صاحب وہاں کشتی موجود نہ پا کر گویا ہوئے بھئی دریا کیسے پار کریں گے؟ یہاں تو کوئی کشتی نہیں ہے دیہاتی نے عقیدت سے جواب دیا حضور کشتی کی کیا ضرورت ہے آپ ہی نے تو بتایا ہوا ہے بِسۡمِ اللّٰہ شریف پڑھ لینے سے انسان نہیں ڈوبتا اور دریا پر چلنے لگ جاتا ہے میں تو ہر جمعۃ المبارک کو اسی طرح آتا ہوں۔

خطیب صاحب نے حیرت سے دیہاتی کی طرف دیکھا وہ بالکل سنجیدہ اور پر یقین تھا ان کے دل میں بھی یہ نسخہ آزمانے کا اشتیاق پیدا ہوا ایک رسہ اپنی کمر کے ساتھ باندھ کر بولے تم اس رسہ کا دوسرا سرا تھام لو اگر میں ڈوبنے لگوں تو فوراً کھینچ لینا دیہاتی رسہ پکڑ کر کھڑا ہو گیا خطیب صاحب نے ڈرتے جھجکتے دریا میں قدم رکھا اور ہولے ہولے آگے بڑھنا شروع کر دیا زبان سے بِسۡمِ اللّٰہ پڑھ رہے تھے لیکن دل

کانپ رہا تھا تھوڑا سا آگے گئے تو گہرے پانی میں گر گئے دیکھتے ہی دیکھتے کئی غوطے آگئے دیہاتی نے رسہ کھینچ کر انہیں باہر نکالا جب ہوش میں آئے تو اسے عقیدت سے دیکھ کر بولے میں تمہارے صدق ویقین کا اعتراف کرتا ہوں یقین واعتماد نے تمہیں اس منزل پر پہنچا دیا ہے جہاں میں نہیں پہنچ سکتا۔

دوسری حکایت

ایک دفعہ مؤمن اور کافر کا شیطان آپس میں ملے کافر کا شیطان بھاری بھرکم، پلا ہوا قیمتی لباس میں ملبوس بنا ٹھنا اور اکڑا ہوا تھا۔ اس کے مقابلے میں مسلمان کا شیطان لاغر، بالکل ننگا، بھوک سے مرا ہوا اور ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا مریل شیطان نے پوچھا تم اتنے تندرست وتوانا کیسے ہو؟ اس نے جواب دیا میں ایک کافر کا ساتھی ہوں جسے پتہ ہی نہیں بِسْمِ اللّٰہ کیا ہوتی ہے؟ اس لئے میں اس کے کھانے پینے اوڑھنے جانے آنے اور ہر کام میں شریک ہوتا ہوں اس لئے پلا ہوا اور ہٹا کٹا ہوں۔

لاغر شیطان نے حسرت سے کہا لیکن میرا ساتھی ایک مسلمان ہے وہ جب کپڑے پہنتا ہے تو بِسْمِ اللّٰہ پڑھتا ہے اس لیے میں ننگا رہ جاتا ہوں کھانا کھاتا ہے تو بِسْمِ اللّٰہ پڑھتا ہے اس لئے میں بھوکا رہ جاتا ہوں صبح سے لے کر شام تک اور گھر سے نکلنے کے وقت سے لے کر واپس آنے تک ہر کام کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھتا ہے اس لئے میں ہر کام میں حصہ دار بننے سے محروم ہو جاتا ہوں نتیجتاً تم دیکھ رہے ہو میں لاغر و کمزور اور بالکل سوکھا ہوا ہوں میرے پاس نہ کچھ کھانے کے لئے ہے نہ پہننے کے لئے نہ سواری کے لئے ہے نہ رہنے اور سونے کے لئے بالکل پردیسی، غریب الدیار، مفلس اور اپاہج نظر آتا ہوں میں بِسْمِ اللّٰہ کے تازیانے اور چابک کی وجہ سے کبھی پنپ نہیں سکوں گا اور اسی طرح سسکتے سسکتے دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ (احیاء العلوم)

بسم اللہ کی برکت

نمرود کی چھوٹی لڑکی نے اس سے کہا تھا کہ اے ابا، ابراہیم (علیہ السلام) کو

مجھے دیکھنے دے کہ ان کا آگ میں کیا حال ہے، چنانچہ اس نے جو دیکھا تو صحیح وسالم نظر آئے، اس نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کو آگ جلاتی کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جس کی زبان پر ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' ہو اور دل میں خدا کی معرفت ہو اس کو آگ نہیں جلایا کرتی، وہ بولی آپ کے پاس میں بھی آنا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا تو کہہ لا الٰہ الاّ اللّٰہ ابراھیم رسول اللّٰہ۔ اس نے کہا اور اس پر بھی آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوئی، جب وہ اپنے باپ کے پاس لوٹ کر آئی، اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا، اس نے حکم دیا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے دین سے باز آجا، وہ نہ مانی اس پر اس کو بڑی سخت سزا دی، اللہ کا جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ انہوں نے اس کو ابراہیم علیہ السلام کے پاس لے جا کر پہنچا دیا، چنانچہ انہوں نے اپنے صاحبزادے کے ساتھ عقد کر دیا اور اس کے بطن سے بیس نبی پیدا ہوئے۔

سانپ کا زہر باطل ہو گیا

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ایک شخص پر گزر ہوا جو بڑے بھاری سانپ کا شکار کرتا تھا، اس سانپ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کہا کہ اے نبی! اس سے کہہ دیجئے کہ مجھ میں بڑا قاتل زہر ہے، آپ نے اس کو منع کیا وہ نہ مانا پھر دوبارہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا اس پر گزر ہوا، اس وقت آپ نے فرمایا اے شخص! کیا تو نے سانپ کو پکڑ لیا، یہ کہہ کر سانپ کی طرف نظر کی، اس نے مارے شرم کے اپنا سر اپنی دم کے نیچے چھپا لیا اور کہنے لگا کہ اے روح اللہ یہ مجھ پر اپنی قوت سے غالب نہیں آیا بلکہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کی بدولت غالب ہوا ہے، بسم اللّٰہ نے میرا زہر باطل کر دیا۔

بڈھے نے پچھاڑ دیا

کسی کافر کا ایک محل پر گزر ہوا جس کے دروازے پر ایک بڈھا اور ایک لونڈی کھڑی تھی، کافر نے کہا کہ میں لونڈی کو لے لوں اور بڈھے کو مار ڈالوں، چنانچہ دونوں

میں کشتی ہوئی۔ بڈھے نے اس کو کئی بار پچھاڑ دیا اور اس کے ہونٹ ہلتے جاتے تھے، کافر نے پوچھا کیا پڑھتا ہے جو تیرے ہونٹ ہلتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہوں، وہ مسلمان ہوگیا اور وہ بھی بسم اللّٰہ پڑھنے لگا، اس کے بعد اس بڈھے کا انتقال ہوا اور لونڈی اور محل اس کے قبضے میں آ گیا۔

اللہ کا نام میرے پیٹ میں ہے

ایک مرد صالح نے بیان کیا کہ ایک بار میں اپنے بھائی کے پاس گیا اور وہ نشے میں تھا، میں نے اسے مارا تو وہ وہاں سے الٹا پھرا اور پانی میں گر کر ڈوب گیا، جب اسے دفن کر چکا تو اسی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہے، میں نے اس سے پوچھا کہ تو مرا تو نشے کی حالت میں تھا اور پھر جنت میں ہے یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، یہ تو سچ ہے لیکن جب میں تیرے پاس سے چلا آیا تھا اس وقت میری نظر ایک ورق پر پڑی جس میں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی، میں اس کو نگل گیا تھا، پھر جب میرے پاس منکر ونکیر آئے اور مجھ سے سوال کرنے لگے، میں نے انہیں جواب دیا کہ تم مجھ سے سوال کیسے کرتے ہو حالانکہ اس کا نام میرے پیٹ کے اندر موجود ہے، اس پر ایک منادی نے آواز دی کہ میرا بندہ سچ کہتا ہے میں نے اسے بخش دیا۔

بسم اللہ سے پرورش

مکہ میں ایک شخص تھا جو ہمیشہ روزہ رکھا کرتا تھا اور اس کو کبھی کسی نے کھاتے پیتے نہ دیکھا تھا، ہاں اتنا ضرور کرتا تھا کہ افطار کے وقت جیب سے ایک کاغذ نکال کر دیکھ لیا کرتا تھا جب اس کا انتقال ہوا اور غسل دینے والے نے نکال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لکھی تھی، اس پر اس کو تعجب ہوا، ہاتف نے آواز دی کہ کچھ تعجب نہ کر بِسۡمِ اللّٰہِ سے ہم نے اس کی پرورش کی رحمانیت سے اس کو بخشا اور رحیمیت سے اس کو توفیق دی۔

پانچواں باب

بسم اللہ کے چند اہم وظائف اور بعض خواص مجرّبہ

مشکل کام کو آسان کرنے کے لئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشکل کام آسان کرنے کی دعا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اور فرماتے ہیں کہ بِسمِ اللّٰہ ہر رنج کو دور کرتی ہے اور دل کو خوش کرتی ہے۔ (فضائل بسم اللّٰہ، ص ۱۲)

اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے

جو شخص ۷۸۶ (سات سو چھیاسی) مرتبہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم سات دن تک روزانہ پڑھے گا اور پھر اپنے مقصد کے لئے دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا مقصد پورا فرمائیں گے۔ (قرآنی علاج، ص ۲۳)

ہر آفت و مصیبت سے حفاظت

جو شخص محرم کی پہلی تاریخ کو ۳۱۱ مرتبہ بِسمِ اللّٰہ لکھ کر اپنے پاس رکھے تو وہ شخص ہر بلا اور مصیبت سے محفوظ رہے گا۔ (قرآنی علاج، ص ۲٤)

بسم اللہ لکھنے کا فائدہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص ۵۶ مرتبہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے عزت دیں گے اور کوئی آدمی (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) اسے نہیں ستائے گا۔ (تفسیر موضح القرآن، ص ۲)

جو شخص بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم چھ سو مرتبہ لکھ کر اپنے پاس رکھے گا تو لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت ہوگی اور کوئی اس کے ساتھ برا برتاؤ نہیں کرے گا۔

ذہن کھلنے (قوت حافظہ) کے لئے

۷۸۶ مرتبہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پانی میں دم کرکے آفتاب غروب ہونے کے وقت پلائیں تو ذہن کھل جائے گا۔

محبت کے واسطے

۷۸۶ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پانی میں دم کر کے جس شخص کو پلائیں تو اس کے دل میں اس کی محبت بڑھ جائے گی۔ (ناجائز کاموں میں استعمال کریں گے تو عذاب کا خطرہ ہے)

اولاد کے زندہ رہنے کے لئے

جس عورت کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۶۱) مرتبہ لکھ کر تعویذ بنا کر پاس رکھے تو بچے زندہ رہیں گے۔

کھیتی میں برکت اور حفاظت

۱۰۱ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کاغذ پر لکھ کر کھیت میں دفن کر دیں تو کھیتی تمام آفات سے محفوظ رہے گی اور اس میں برکت بھی ہوگی۔

بِسۡمِ اللہ کا تعویذ ہر قسم کے بخار، نیز تنگدستی، قرض وغیرہ کی پریشانی سے نجات پانے کے لئے مفید ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر گلے یا دائیں بائیں ہاتھ میں باندھنا یا ٹوپی میں رکھ کر پہننا چاہیے۔

ضروری کاموں کی تکمیل

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر عزیزی میں اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اعمال قرآنی میں لکھا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ جب ایک ہزار بار ہو جائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر اپنی حاجت کے لئے دعا کرے۔ پھر ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر اسی طرح دو رکعت پڑھے اور دعا مانگے۔ غرض اسی طرح بارہ ہزار مرتبہ ختم کرے انشاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ اللہ ہمیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکات

حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (درس قرآن، ص۱۵۷، ج ۱)

سفر اور تجارت کی کامیابی کے لئے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم چاہتے ہو کہ جب سفر میں جاؤ تو وہاں تم اپنے سب رفقاء سے زیادہ خوشحال و بامراد رہو یعنی تمہارا سفر باظفر ہو اور تمہارا سامان زیادہ ہو جائے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (ﷺ) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، بے شک میں ایسا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کی آخری پانچ سورتیں سورۂ کافرون، سورۂ نصر، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق و سورۂ ناس کو پڑھا کرو، اور ہر سورۂ کو بِسْمِ اللّٰہ سے شروع کرو اور بِسْمِ اللّٰہ ہی پر ختم کرو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس عمل سے پہلے میرا یہ حال تھا کہ سفر میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے بالمقابل قلیل الزاد خستہ حال ہوتا تھا۔ جب سے رسول ﷺ کی اس تعلیم پر عمل کیا میں سب سے بہتر حال میں رہنے لگا۔ (تفسیر مظہری بحوالہ ابو یعلی)

چھ مرتبہ بِسْمِ اللّٰہ پانچ سورتیں پڑھ کر گھر سے نکلا کریں۔

(معارف القرآن ص۸۳۲، ج ۸)

سوزاک کے علاج کے لئے

جو شخص سوزاک کے مرض میں مبتلا ہو وہ نماز کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھا کرے "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم"

ازالہ ہذیان کے لئے

بعد نماز فجر مریض کے سر پر داہنا ہاتھ پھیرتے ہوئے سات بار یہ دعا پڑھی جائے "بسم اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم"

چوری وشیطانی اثرات سے حفاظت

سونے سے قبل اکیس مرتبہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھے تو چوری اور شیطانی اثرات سے اور اچانک موت سے محفوظ رہے گا۔

ظالم پر غلبہ پانے کے لئے

کسی کے سامنے بِسْمِ اللّٰہ پچاس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ظالم کو مغلوب کر کے اس کو غالب کریں گے۔

ظالم حکام کے شر سے بچنے کے لئے

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کسی کاغذ پر پانچ سو مرتبہ لکھے اور اس پر ڈیڑھ سو مرتبہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھے، پھر اس تعویذ کو اپنے پاس رکھے تو حکام مہربان ہو جائیں گے اور ظالم کے شر سے محفوظ رہے گا۔

جنات سے حفاظت

جو شخص پاخانہ جاتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لے جنات اس کا ستر نہ دیکھ سکیں گے۔

ساتوں اعضاء پر آگ حرام ہو جاتی ہے

انسان کا پورا جسم، سر، سینہ پشت، دو ہاتھ اور دو پاؤں پر مشتمل ہوتا ہے انہیں اعضاء سبعہ یعنی سات اعضاء کہتے ہیں بِسْمِ اللّٰہ شریف کی یہ تاثیر ہے کہ جو شخص ایک لاکھ بار بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لیتا ہے وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتوں اعضاء کو آگ پر حرام کر دیتے ہیں۔

دولت مند بننے کا نسخہ

گھر میں داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہ اور اس کے بعد سورۃ اخلاص پڑھ لی

جائے تو انسان کے دن پھر جاتے ہیں اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے دولت مند بن جاتا ہے۔

سو حاجتیں اور ضرورتیں پوری کرنے کا نسخہ

اگر مندرجہ ذیل دعا ایک سو بار پڑھ لی جائے تو اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کی ایک سو ضرورتیں اور حاجتیں پوری فرماتا ہے بیس دنیا کی اور اسّی عقبیٰ کی دعا یہ ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم

نیکیوں کا خزانہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:

''وضو کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لیا کر جب تک تو فارغ نہیں ہوگا فرشتے تیرے لیے نیکیاں لکھتے رہیں گے''۔

سخت مصیبت میں آسانی کے لئے

تفسیرِ عزیزی میں ہے کہ جس شخص کو کوئی سخت مصیبت پیش آجائے تو وہ بِسْمِ اللّٰہ بارہ ہزار دفعہ اس طرح پڑھے کہ ایک ہزار بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کو دو رکعت نفل پڑھے پھر ہزار پر دو نفل پڑھتا جائے اس کے بعد دعا مانگے انشاء اللہ اس کی دعا قبول ہوگی۔

ہر مشکل اور ہر حاجت کے لئے

(۱) جو شخص بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ ہر ایک ہزار پورا کرنے کے بعد درود شریف کم از کم ایک مرتبہ پڑھے، اور اپنے مقصد کے لئے دعا مانگے، پھر ایک ہزار اور اسی طرح پڑھ کر مقصد کے لئے دعا کرے، اسی طرح بارہ ہزار پورے کردے تو انشاء اللہ ہر مشکل آسان اور ہر حاجت پوری ہوگی۔

(۲) بِسْمِ اللّٰہ کے حروف کے عدد سات سو چھیاسی ہیں، جو شخص اس عدد کے موافق سات روز تک متواتر بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھا کرے، اور اپنے مقصد کے لئے دعا کرے، انشاء اللہ تعالیٰ مقصد پورا ہوگا۔

تسخیر قلوب

جو شخص بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کو چھ سو مرتبہ لکھ کر اپنے پاس رکھے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت و عزت ہوگی، کوئی اس سے بدسلوکی نہ کر سکے گا۔

چوری اور شیطانی اثرات سے حفاظت

سونے سے پہلے اکیس مرتبہ پڑھے تو چوری اور شیطانی اثرات سے اور اچانک موت سے محفوظ رہے۔

ظالم پر غلبہ

کسی ظالم کے سامنے پچاس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو مغلوب کر کے اس کو غالب کر دیں گے۔

حکّام کے لئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کسی کاغذ پر پانسو مرتبہ لکھے اور اس پر ڈیڑھ سو مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے پھر اس تعویذ کو اپنے پاس کر رکھے تو حکّام مہربان ہو جائیں، اور ظالم کے شر سے محفوظ رہے۔

دردِ سر کے لئے

اکیس مرتبہ لکھ کر درد والے کے گلے میں یا سر پر باندھ دیں، تو دردِ سر جاتا رہے۔

بِسْمِ اللّٰہ کی خاصیات اور برکات بہت زیادہ ہیں، ان میں سے چند بقدر ضرورت لکھی گئیں، واللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان۔

چھٹا باب

احکام و مسائل بسم اللہ

مسئلہ ۱: بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' قرآن مجید کی ایک مستقل آیت ہے، لیکن بعض حضرات کے نزدیک سورۂ نمل میں تو ایک آیت کا جزء ضرور ہے کوئی مستقل آیت نہیں، بلکہ دو سورتوں کے درمیان فصل کرنے کے لئے بار بار نازل ہوئی ہے، اسی اختلاف کے پیش نظر فقہاء رحمہم اللہ نے یہ احتیاطی حکم دیا ہے کہ تعظیم و تکریم کے جتنے احکام آیت قرآنی کے متعلق ہیں، مثلاً بے وضو اس کو چھونا جائز نہیں ان سب احکام میں بِسْمِ اللّٰہ کا وہی حکم ہے جو تمام آیاتِ قرآن کا ہے، لیکن اگر کوئی شخص نماز میں قرأت کے بجائے صرف بسم اللہ پر اکتفاء کرے تو نماز نہ ہوگی۔ (قنطره بحواله مجتبى و محيط)

مسئلہ ۲: فقہاء کی تصریح ہے کہ تراویح میں ایک مرتبہ پورا قرآن ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے یہاں تک کہ ایک آیت بھی چھوٹ گئی، تو سنت ادا نہ ہوگی، اس لئے امام کو چاہئے کہ پورے مہینہ کی تراویح میں کسی روز کسی جگہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کو جہراً بھی پڑھ دے، تاکہ یہ آیت پڑھنے اور سننے دونوں میں آکر بلا خلاف قرآن مکمل ہوجائے۔

مسئلہ ۳: نماز کی ہر رکعت کے شروع میں فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ اور دوسرے بہت سے ائمہ کے نزدیک واجب ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے۔ (شرح منيه)

اسی لئے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ ضرور پڑھنا چاہئے، اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔

مسئلہ ۴: سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک سنت نہیں ہے اس لئے ترک اولیٰ ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی جہری نمازوں میں ترک ہی اولیٰ ہے مگر سرّی نمازوں میں پڑھنا اولیٰ ہے۔ (كبيرى شرح منيه)

مسئلہ ۵: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں سورۂ فاتحہ اور دوسری

سورت کے درمیان بِسْمِ اللّٰہ آہستہ پڑھنا بہتر ہے۔

(فتاوی رحیمیه ص۱۷۶۔۱۸۹، ج ۱)

مسئلہ ۶: بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء کرام کے نزدیک بِسْمِ اللّٰہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے۔ کوئی سورت کا جز نہیں مگر سورۂ نمل میں جو بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ہے وہ اسی سورت کا جزو ہے۔

اسی لئے علماء کرام نے لکھا ہے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کا احترام بھی اتنا ضروری ہے جتنا قرآن کریم کا اور جس طرح قرآن کریم کا بغیر وضو کے لکھنا اور پکڑنا جائز نہیں اسی طرح بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کا لکھنا اور جس کاغذ پر بِسْمِ اللّٰہ لکھی ہو اس کا پکڑنا بغیر وضو کے جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۷: تراویح میں پورا قرآن کریم ایک مرتبہ ختم کرنا سنت ہے اور چونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید کی ایک آیت ہے اس لئے ایک مرتبہ اسے بھی زور سے پڑھنا چاہیے تاکہ قرآن کریم پڑھنے اور سننے والوں سب کا مکمل ہو جائے۔

مسئلہ ۸: جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر جان بوجھ کر بسم اللہ چھوڑ دی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا گوشت حرام ہوگا۔

(معارف القرآن، ص ۴۳۴، ج ۳)

مسئلہ ۹: جانور ذبح کرتے وقت بسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۰: بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا وضو سے پہلے سنت ہے۔ (هدایه ص ۵، ج ۱)

اس کے کئی الفاظ احادیث میں وارد ہوئے ہیں:

(۱) بسم اللّٰہ والحمد للّٰہ۔ (مجمع الزوائد ص ۲۲۰، ج ۱ بحواله طبرانی فی الصغیر اسناده حسن)

(۲) بسم اللّٰہ۔ (کنزالعمال ص۱۱۸، ج ۹)

(۳) بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ (دار قطنی ص ۷۱، ج ۱۔ نسائی ص ۲۵، ج ۱۔ سنن بیهقی ص ۴۳، ج ۱۔ کبیری ص ۲۱۔ شرح نقایه ص ۵، ج ۱)

(۴) بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام۔ یہ الفاظ صحیح مرفوع روایت سے ثابت نہیں البتہ بقول ابن ہمام فقہاء کرام سے منقول ہیں۔
(فتح القدیر ص ١٤، ج ١)

مسئلہ ۱۱: اگر وضو کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰہ کہنا بھول گیا تو درمیان میں کہنے سے سنت ادا نہ ہوگی کیونکہ پورا وضو عمل واحد ہے برخلاف کھانے کے کہ اس کا ہر لقمہ اور ہر ہر گھونٹ الگ الگ عمل ہے، وہاں سنت ادا ہو جائے گی۔ (کبیری ص ٢٢۔ وکذا ابن الهمام فی فتح القدیر ص ١٥، ج ١)

مسئلہ ۱۲: بعض لوگ وضو سے پہلے اعوذ باللّٰہ پڑھتے ہیں اس کے پڑھنے کا حکم نہیں ہے، خلاف سنت ہے۔

مسئلہ ۱۳: میت کو قبر میں اتارتے وقت بسم اللّٰہ وعلیٰ ملة رسول اللّٰہ (ﷺ) پڑھنا چاہیے۔ (ترمذی و ابوداؤد وغیرہ) (عین الهدایہ ص ٧٢٧، ج ١)

مسئلہ ۱۴: ننگے ہو کر بیت الخلاء میں پہنچ کر بسم اللہ پڑھنا منع ہے۔

مسئلہ ۱۵: نمازی نماز میں جب کوئی سورۃ پڑھے تو آہستہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ ۱۶: جو جائز کام بھی بغیر بِسْمِ اللّٰہ کے شروع کیا جائے گا اس میں برکت نہ ہوگی۔

اللہ پاک ہر ایک کو بِسْمِ اللّٰہ کی قدر نصیب فرمائیں اور اپنی مرضیات کی اور حبیب پاک ﷺ کی مبارک اور نورانی سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنا آسان فرمائیں اور ہر ایک کو اپنے اپنے وقت موعود پر حسن خاتمہ نصیب فرمادیں اور ہمارے والدین کی، اساتذہ کی اور پوری امت کی مغفرت فرمادیں۔ ہماری نسلوں کے ایمان کی حفاظت فرمادیں۔ آمین بحرمة النبی الامی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وصحبه وسلم تسلیما کثیراً کثیراً۔

کیا ۷۸۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا بدل ہوسکتا ہے؟

سوال: آج کل خطوط لکھتے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بدلہ میں ۷۸۶ لکھا جاتا ہے تو کیا یہ عدد بِسْمِ اللّٰہ کا بدل ہوسکتا ہے اور کیا بِسْمِ اللّٰہ کی طرح اس کا ادب بھی ضروری ہے؟

الجواب: ہر چھوٹے بڑے کام کو بِسْمِ اللّٰہ سے شروع کرنے کی تاکید اور فضیلت بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ سے کام شروع کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے نام جو خط لکھا تھا اس کی ابتداء بِسْمِ اللّٰہ سے کی تھی، قرآن کریم میں ہے ''اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جن بادشاہوں کے نام جو خطوط تحریر فرمائے تھے ان کے شروع میں بھی بِسْمِ اللّٰہ لکھی ہوئی تھی۔

ایک مشہور حدیث میں ہے جو کوئی اہم کام بِسْمِ اللّٰہ سے شروع نہ کیا جائے وہ کام ادھورا یعنی بغیر برکت کا ہوگا۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر خط کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ لکھا کرو۔ (غنية الطالبين)

اس لئے خطوط کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ لکھنا سنت ہے۔ ۷۸۶ لکھنے سے بِسْمِ اللّٰہ لکھنے کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ لہٰذا اصل سنت تو یہی ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ لکھا جائے۔ باقی خطوط کو ادھر ادھر جہاں چاہے پھینکنے سے بِسْمِ اللّٰہ کی بے ادبی ہوگی اور لکھنے والا بھی اس بے ادبی کے گناہ میں شامل ہوگا اس لئے مناسب یہ ہے کہ سنت ادا کرنے کے لئے زبان سے پڑھ لیا جائے، لکھا نہ جائے۔

۷۸۶ لکھنے سے سنت ادا نہیں ہوگی البتہ اگر لکھ لیا جائے تو بعض حضرات اسے بِسْمِ اللّٰہ کا عدد بتاتے ہیں اس لئے اس کی بھی بے حرمتی نہ ہو، اس کا خیال رکھا جائے۔ (مفتی اسماعیل واڑی والا، دار الافتاء جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات، انڈیا)

تمت بالخیر

دین اسلام اور حضور اقدس ﷺ کی قولی و عملی تعلیمات نے انسان کی ہر نقل و حرکت اور ہر وقت اور ہر مقام کے لیے ذکر اللہ کی تلقین کی ہے اور ایسے مختصر جملے سکھا دیئے کہ ان کے پڑھنے سے نہ کسی دنیوی کام میں خلل آتا ہے اور نہ پڑھنے والے پر کوئی محنت پڑتی ہے اور وہ اس عمل سے ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ دین اسلام کی ایک تعلیم یہ ہے کہ ہر کام اور ہر نقل و حرکت کو بسم اللہ سے شروع کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے قولاً و عملاً اس کی تعلیم دی ہے تا کہ اس سے ہزاروں برکات و ثمرات حاصل کیے جاسکیں گویا بسم اللہ ایک کیمیا ہے جو خاک کو سونا بنا دیتی ہے۔

زیر نظر کتاب "بسم اللہ کے فضائل و برکات" میں تعوذ کی تفسیر و تشریح، متعدد تعوذات انبیاء و صالحین کا طریقہ تعوذ، بسم اللہ کی تفسیر، انفرادی نکات، صحابہ کے اقوال، تسمیہ کے فضائل و برکات، مختلف کاموں سے پہلے تسمیہ سے متعلق چند عجیب حکایات، بسم اللہ کے چند اہم وظائف اور بعض خواص مجربہ اور احکام و مسائل کو جمع کر دیا گیا ہے نیز یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ہر فرد بسم اللہ کی حقیقت جان لے تو معاشرے سے بدی کے جراثیم خود بخود ختم ہو جائیں۔

کتاب ظاہر و باطنی خوبیوں سے مالا مال اور دائمی کامیاب کے حصول کے لیے بہترین نسخہ ہے۔

E-mail: ishaat@pk.netsolir.com
ishaat@cyber.net.pk

بسم اللہ کے فضائل و برکات